حکایاتِ چشتیہ
مصنفہ
محمد رضا المصطفیٰ چشتی نظامی
شجاعت پبلیکیشنز نمبر ۹ بلاک جے موہنی روڈ لاہور

حکایاتِ چشتیہ

مصنف :- محمد رضا المصطفےٰ چشتی نظامی

شجاعت پبلیکیشنز نمبر ۹ بلاک جے موہنی روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْن

صد شکر ہے اُس صاحبِ الطاف و کریم کا جس کی عنایات سے یہ محفلِ کون و مکان آباد ہے اور اُسی کی بندہ پروری سے اس معمورے میں مجھ جیسا مورِ بے مایہ سحر و شام کی اُس کی بے پایاں رحمتوں کے سائے تلے زندہ ہے۔ ابتدائے آفرینش سے ہی نیکی اور بدی ساتھ ساتھ رواں دواں ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے آخری نبیؐ کی وساطت سے تمام بنی نوعِ انسان کو قرآن حکیم کی شکل میں ایک ایسا ضابطہ حیات عطا کیا ہے کہ اُس کو پڑھنے اور سمجھنے سے انسان نیکی اور بدی کو سمجھنے نیکوکار بننے اور بُرائی سے بچنے کی صلاحیتوں سے بخوبی بہرہ ور ہو جاتا ہے۔ اب یہ حضرتِ انسان کی عقل و دانش پر موقوف ہے کہ اُس کا میلان برائی یا نیکی میں سے کس طرح کی طرف زیادہ ہوتا ہے۔

یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ پیامِ اجل سے کسی کو انکار نہیں اور ہر مشتِ خاک نے کچھ عرصہ کے بعد پیوندِ خاک ہو جاتا ہے۔ اُس کے بعد اس فانی دنیا سے اُس کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، لیکن جو لوگ خدا کے احکامات پر عمل کرتے ہیں اور صفحہ دہر سے باطل کو مٹانے کے لئے سرگرداں رہتے ہیں۔ خدا ان کی عظمتوں اور نام و ناموس کو وسعت دینے کی ذمہ داری لیتا۔ موجودہ دورِ نفسا نفسی میں جب کہ مسلمانوں کی اکثریت پابندیِ آئینِ خداوندی سے انحراف کر رہی ہے اور شوکت و عظمت مسلمانوں سے دور ہوتی جا رہی ہے اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ہم سب کی تگ و تاز کا محور حرف اور حرف

خداوند تعالیٰ کی اطاعت، اُس کی بھیجی ہوئی کتاب پر عمل اور اُس کے پیارے نبیؐ کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات کی پیروی ہو، کیونکہ راہِ نجات کا راستہ یہی ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ ایسے لٹریچر کی اشاعت کریں، جو کہ بندگیِ خداوندی اور نبیؐ پاک کی سُنت پر چلنے کی توفیق دے۔ دشمنانِ اسلام مختلف حیلوں بہانوں سے فروغِ اسلام کے آگے بند باندھے ہیں کوشاں ہیں اور کروڑوں اربوں روپے خرچ کر کے ایسا لٹریچر شائع کر رہے ہیں جس سے اسلام کی نفی مقصود ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہماری اکثریت اہلِ مغرب کی ان مکروہ کوششوں کے باعث اپنے اسلاف کے بتائے ہوئے اقوال کے مصداق بننے میں ناکام رہی ہے۔

دیگر عاشقانِ ختمِ رُسلؐ کی طرح حکایاتِ پیغمبرؐ کے مصنف جناب محمد رضا المصطفےٰ چشتی نظامیؒ نے اس ناکامی کو کامیابی میں بدلنے کے لئے یہ کتاب لکھ کر تشنگانِ علم سلام کی موثر طریقے سے آبیاری کرنے کی جو سعی بھرپور کی ہے اُس میں وہ کافی حد تک کامیاب رہے ہیں یہ کتاب قرآن حکیم۔ حدیث، اسلامی لٹریچر ملفوظاتِ اولیاءِ ربانی اور دیگر بزرگانِ دین کے ایمان افروز واقعات کا بہترین مرقع ہے جنہوں نے فروغِ اسلام کی کوششوں اور عشقِ رسولؐ میں خود کو فنا کر کے اپنے آپ کو دائمی عظمتوں کا حقدار بنوایا! مذکورہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اوّل

توحید

باب دوم

ماکان و مایکون

باب سوم

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ

باپ چہارم

حضرت عمر فاروق رضؓ

باب پنجم

حضرت عثمان رضؓ

اور باب ششم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کے کارناموں کا حسین مرقع ہے۔

اس کے علاوہ صحابہ کرام، تابعین، مشائخ کرام، اکابر صوفیا حضرات اور خواجگان کی تعلیمات اور پیغامات کو آسان اور خوبصورت ترین الفاظ میں قارئین تک پہنچایا ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ ان پر عمل کر کے انسان خود کو واقعی خدا کا نائب کہلانے کا حقدار ہے ہماری دعا ہے کہ فاضل مصنف کی طرح دیگر برادران اسلام کو بھی خداتعالیٰ ایسی ہی ہمتوں اور کوششوں کی توفیق دے۔ اور مجھ سے گنہگار کو بھی یہ توفیق دے کہ زندگی کا ہر لمحہ خداوند تعالیٰ کے احکامات پر عمل اور اس کے رسول کے نقش قدم پر چلنے میں گزرے خواہ ہر لمحہ حق گوئی کی تعلیمات سے بھرپور ہو۔ خواہ اس کے لئے یہ مختصر سی زندگی بھی کام آجائے کیونکہ یہی عین راہ نجات ہے۔

خاکسار

خان شجاعت عمر خان

ایم اے اردو ایم اے پولیٹیکل سائنس

فہرستِ مضامین

ناشر :- خان شجاعت عمر خان

مطبع : غالبین پبلی کیشنز اینڈ پرنٹنگ پریس

قیمت : چوبیس (۲۴) روپے

جمالُ اللہ

حکایت نمبر ۱

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ۔

[illegible]

پیش لفظ

کائنات کا ذرہ ذرہ خداوند قدوس کی حمد وثنا میں مشغول ہے۔ اور قرآن پاک میں متعدد مقامات پر ان کی زمزمہ ریزی مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا انسان تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ تحت الثریٰ سے وسعتِ لامکاں تک ذرہ ذرہ اس کی بے پناہ قدرت وجلال کا کلمہ پڑھ رہا ہے۔ کسی کو بھی اس کی عبدیت وبندگی سے انکار کی تاب نہیں ہے۔ سب کے سب اسی کی حمد وثنا میں نغمہ ریز ہیں۔ اور منافق انسان کو دعوت دے رہے ہیں۔ کہ وہ بھی اپنا ساز چھیڑے۔ تاکہ دونوں کے نغموں سے آسمان وزمین گونج اٹھیں۔

گویا! جمالُ اللہ کائنات کی ہر شئے سے عیاں ہے۔ اور غافل ومدہوش انسان کو ذکر وعمل کی دعوت دے رہا ہے۔ اکِ فِ عام تو کیا؟ ہمارے گرد وپیش

سے ہی خدا کے منکر ہیں اور وہ لوگ اپنی سائنس کے ایجادات پر پھولے نہیں
سماتے اور اسی کی کارفرمائیوں پر نازاں ہو کر خدا و قدوس کی ہستی کا انکار
کر بیٹھے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کو معتوب فطرت ہی دنیا میں بھی ضرور سزا دیتے
دیتے ہیں۔ اور آخرت میں بھی عذاب عظیم میں مبتلا کریں گے۔ چنانچہ حضرت پیر
[illegible] عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں ایک
[illegible] تحریر فرمایا ہے کہ ایک فلسفی [illegible]
[illegible] قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ سنی

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ
بِمَاءٍ مَّعِينٍ (پ ۲۹)

تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے تو وہ کون ہے جو تمہیں پانی لا دے
بہتا [illegible]

تفسیر: [illegible]
[illegible] تمہارے کنویں اور چشمے [illegible] خشک ہو جائیں تو وہ کون ہے
جو تمہارے کنویں اور چشمے وغیرہ میں زمین سے پانیوں کو واپس لائے۔

مسلمانو! یہ ایک حقیقت ہے کہ ماسوائے ذات حق کے اور کوئی بھی قوت
طاقت پانی واپس نہیں لا سکتی لیکن وہ فلسفی جسے سائنس کے آلات وحرب
پر بھروسا تھا۔ اس آیت کریمہ کو سن کر طنزیہ مسکرا دیا اور زبان حال سے کہنے
لگا:

ما بزخم بیل و تیزی تبر — آب را آریم از پستی زبر

اس پانی کو ہم اپنے آلات سے اوپر لے آئیں گے اس میں کون سی مشکل بات ہے

شب بخفت و دید آں یک تیرہ مرد

زد طپانچہ ہر دو چشمش کور کرد

"وہ فلسفی رات کو سویا تو خواب میں سے ایک بہادر اور تیرہ شخص نظر آیا
اس شخص نے آتے ہی اس فلسفی کو زور سے ایک طمانچہ دے مارا تو تیرہ گشتہ ہو
فلسفی کی دونوں آنکھوں میں سے جو نور کے قطرے تھے بہہ گئے اور وہ اندھا ہو گیا
اندھیرے میں تیری شخصیت رہ گئی ہے

گفت زیں دو چشمۂ چشم شقی

با تبر نورے بیار ار صادقی

"اے فلسفی! اگر واقعی تو سچا ہے اور تیرے آلاتِ سائنس کچھ ایسا
ہی کمال رکھتے ہیں تو پہلے اپنی ان دو آنکھوں کے چشموں کا پانی واپس لا کر دکھا"

نتیجۂ فکر

منکرین کو خالقِ کائنات سزا بھی دیتے ہیں۔ اور وہ فلسفی صبح کو
جب اٹھا تو اندھا تھا۔ اور آلاتِ سائنس اس کے کچھ بھی کام
نہ آئے اور حالِ خدا الغیاث ہے اور وہ نفوس جو کہ ہستی خدا کے منکر ہیں وہ
بے پرے دین اور مادہ پرست ہیں"

محیط الکل حکمت نمبر ۳

بدل اندیشد اللہ حاضری اللہ ناظری اللہ شاہدی اللہ معی ہمیشہ حق تعالیٰ
را با خود و خود را با حق تعالیٰ داند جدائی از خدا محال است قال اللہ تعالیٰ و فی

انفسکم افلا تبصرون یعنی در دلہائے شماست پس چرا نمی بیند چہ حق تعالیٰ لطیف مطلق است ہر چند لطافت بیشتر احاطت بیشتر قال اللّٰہ تعالیٰ الا انہ بکل شئی محیط۔ یعنی دانا و آگاہ باشد بدرستیکہ آن حق تعالیٰ بہر شئے محیط است"۔ (انتباہ فی سلاسل اولیاء صفحہ ۱۱)

دل میں خیال کر اللہ حاضر ہے اللہ ناظر ہے۔ اللہ شاہد ہے اللہ ساتھی ہے ہمیشہ حق تعالیٰ کو ساتھ اپنے اور اپنے تئیں ساتھ حق تعالیٰ کے جان جدائی خدا سے محال ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وفی انفسکم افلا تبصرون یعنی تمہارے دلوں میں ہے کیوں نہیں دیکھتے اس لئے کہ حق تعالیٰ لطیف مطلق ہے جس قدر لطافت زیادہ اسی قدر احاطت زیادہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الا انہ بکل شئی محیط یعنی آگاہ ہو کہ تحقیق حق تعالیٰ ہر شئے کا محیط ہے"۔

بے مثالی | دنیا کی تمام مخلوق کسی نہ کسی رنگ میں خدائے واحد کی پرستش کرتی ہے تمام کائنات انوار یزدانی سے معمور ہے۔ وہ کائنات کے خالق و مالک اور معبود تمام ہستی و پستی کے خزانے تیرے بنائے ہوئے ہیں اور تمام و ہر کون و مکاں کی ہر شئے تیری ہی حمد و ستائش کے گیتوں میں مشغول ہے تیری ذات ہر کمالات نے پرچہ ذوقی ہے اور تیری قدرت کے کرشموں کے بیشتر انسانی عقل ان کی یاد سے نہیں کر سکتی۔ تو بے مثل اور بے مثال ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں تیرے اسرار و رموز میں کسی کو کچھ بھی دخل نہیں اور تیری ہی ذات اول و آخر ظاہر و باطن کے لباذ ول میں مضمر ہے۔ اب آیئے حضرت حسن میاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سنئے۔ آپ حمد باری کرتے ہوئے رطب اللسان ہوئے۔ کہ

ذکر اسفل ہے مری مرتبہ اعلیٰ تیرا ... وصف کیا خاک لکھے خاک کا پتلا تیرا

طور پر ہی نہیں موقوف اجالا تیرا
کون سے گھر میں نہیں جلوہ زیبا تیرا

کیا خبر ہے کہ علی العرش کے معنی کیا ہیں
کہ ہے عاشق کی طرح عرش بھی جویا تیرا

ہیں ترے نام سے آبادی و صحرا آباد
شہر میں ذکر ترا دشت میں چرچا تیرا

اب بتاتا ہے حسن اس کی گلی میں بستر
خوبرویوں کا ہے محبوب ہے پیارا تیرا

ذاتِ حق: یہ حقیقت ظاہر و مشہور ہے کہ ہر چیز میں ذاتِ حق سمائی ہے اور انسان۔ ملکوت (?)۔ جمادات کے ذرے ذرے میں جلوہ گر ہے۔ شاعر کیا کہتا ہے سنئے۔

شعر

گلشن میں گلوں کے کان میں آواز ہے تیری
ترا ذکرِ خفی کرتا ہے ہر پتہ زباں ہو کر

گویا! گلشن و جنگلات کا پتہ پتہ ذکرِ الٰہی میں رواں دواں ہے۔ پھر ذاتِ حق تو ہر دم و نفس کے قریب تر ہے۔ جیسا کہ ذاتِ حق خود فرماتی ہے۔ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ یعنی! وہ تمہارے نفسوں میں ہے

اور پھر فرمایا

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ۔ وہ تمہارے ساتھ ہے جس جگہ تم ہو

الغرض ذاتِ حق تمام کائنات پر چھائی ہوئی ہے اور وہی تمہارے رگ و پے

اور جسدِ انسانی کے قریب ہی نہیں بلکہ ہماری شاہ رگوں کے نزدیک ہے اور

آپ نے حضرت سید میراں بھیکھ چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے ذاتِ الٰہی کے متعلق پوچھیں

کہ "حضور" وہ ذاتِ حق۔ وہ مالکِ مطلق حقیقی جس کی جستجو میں زمانہ سرگرداں

ہے۔ کہ وہ رہتا ہے کہاں ؟

تو انہوں نے بعالم ذوق و مستی میں فرمایا

بھیکھا بھوکھا کوئی نہیں ہر کی گٹھڑی لعل

گرہ کھول نہ جانے اس بدھیے کنگال

سبحان اللہ سبحان اللہ۔ حضرت قبلہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ایمان افروز

ارشاد فرمایا ہے۔ کہ لوگو! جس ذاتِ گرامی کو تم شب و روز دشت و صحرا اور بے

آب و گیاہ ریگستانوں میں ڈھونڈتے ہو۔ وہ تو تمہارے اندر موجود ہے۔

اور خود قرآنِ حکیم نے بھی اسی کا اعلان فرمایا۔

وجودِ خدا

بزرگو! حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ذاتِ حق

محیطِ کل ہے۔" کیا ہی حقیقت کی عکاسی اور پردہ کشائی کی ہے۔

اور اسی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ خاور دین کی ضیاپاشیوں کو اپنے سلسلۂ نظامیہ کے

شہنشاہِ طریقت یعنی میری مراد حضرت خواجہ کلیم اللہ شاہجہان آبادی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے ہے۔ آپ نے اسے یوں جلا بخشی۔

الاذات الحق تعالیٰ وحدہ ۔ سوائے ذاتِ باری کے کوئی شے نہیں

بذاتہ وجودہ ولیس لوجودہ مبتدء و منتہٰی فیکون لہ طرف فی ذلک الشئی فقولہم غیر متناہ ای لا طرف لہ ولاحد"
(سواء السبیل بحی صفحہ ۲۲ مسبئیر دہلی)

اور یہ نسبت باری تعالیٰ کا عین وجود ہے اور باری تعالیٰ کے وجود کی نہ انتہا ہے نہ ابتدا ہے۔ پس اس کی کوئی طرف اور حد بھی نہیں۔ پس یہ جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غیر متناہی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی کوئی حد اور طرف نہیں ہے۔"

گویا، چار سُو ذات ہی ذات اور ذات ہی کا فیضان ذکر رہے۔ اور خدا ای غیرتی کی اور عین وجودِ اقدس ہے۔ اب خود ہی اندازہ فرمایئے کہ گلشن ہستی کے عالم میں جو کار فرمائیاں ہیں کیا ان کا ظہور ذاتِ حق سے نہیں؟
عشق انسانی کا اعتقاد ہے، کہ یہ سب بھی تو خود وجود ہیں اور نہ ہی وجودِ باری سے جدا ہیں
حضرات! آپنے حضرت سیدنا شرف الدین بوعلی قلندر رضی اللہ عنہ کی زبانِ نور سے سُنیئے۔ اور شانِ قلندری کے جوہر پارے دیکھئے،

ہر چہ آید در نظر از خیر و شر
جملہ ذاتِ حق بود اے بے خبر
اوست در ارض و سما و لامکاں
اوست در ہر ذرہ و پیدا نہاں

اور اس دنیا میں دو چیزیں ہر شخص کو موجود نظر آتی ہیں۔ ایک وہ خود اور

دوسرے اس کے ۔ ۔ دگر د کی ۔ کہ سب اشیاء پر بھی مسلمہ ہے اور کوئی لطیف ہوش وحواس یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنا یا اپنے گرد و پیش کی چیزوں کا خالق ہے اور ان میں سے کوئی چیز بھی خود اس کی پیدا کی ہوئی ہے۔ مختلف چیزوں سے ترتیب دے کر مختلف چیزیں بنا لینا اور مصنوعات کو میدان میں لے آنا اور بات ہے لیکن کسی چیز کی مدد کے بغیر کوئی چیز بنا لینا اور چیز ہے۔ دنیا کا ہر فلسفی، ہر موجد ہر سائنس دان اس اعتراف و عجز پر مجبور ہے۔ ظاہر ہے کہ جب نہ انسان کو نہ انسان بنا سکتا ہے اور نہ بنی اور دگر د کی اشیاء میں سے ایک پتے اور نہ لکڑی کے ایک ٹکڑے کو وجود میں لا سکتا ہے۔ تو لامحالہ یہی سمجھا جائے گا کہ اس کائنات کا خالق کوئی اور ہے ۔ اور وہ خدائے قدوس کی ذات پاک ہے۔ یعنی یہ اتنی بڑی زمین اور یہ اس قدر بلند و رفیع آسمان اور یہ کائنات کے عجائب و غرائب جو ہمارے سامنے ہیں کیا ان کا بنانے والا کوئی نہیں؟

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد
ہیچ آہن خود بخود تیغے نہ شد

این سبب ہا در نظرہا پردہ است
درحقیقت فاعلِ ہر شئے خدا است

نتیجۂ فکر

کل موجودات و کائنات کے اجزا کو باہم ملا کر ایک معنی جنس "اللہ" اگر تصور کر لینا اور اسے پیش نظر رکھنا اور غیر اللہ کے وہم و باطل کو دل و دماغ سے دور کرنا اسے "ہمہ محیط کل" یعنی وحدت الوجود کہتے ہیں۔

باب دوم

خطبۂ استقبالیہ

حکایت نمبر ۳

مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَةٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ۝ (پ ۳ ع ۱۷)

"اور جب اللہ نے سب نبیوں سے ان کا عہد لیا کہ میں جو تمہیں کتاب و حکمت دوں اور پھر تمہارے پاس تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمانے والا رسول (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئے تو تم اس (سید الانبیاء) پر ضرور ضرور ایمان لانا۔ اور ضرور ضرور ان کی مدد کرنا۔ یہ فرما کر پھر خدا نے فرمایا کیوں تم نے اس بات کا اقرار کر لیا؟ اور اس پر میرا بھاری ذمہ لے لیا؟ سب نے عرض کی۔ ہاں ہم نے اقرار کر لیا۔ خدا نے فرمایا تو تم ایک دوسرے

برگواہ ہوجاؤ۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں"۔

حضرات! ظہورِ کائنات سے پہلے، عالمِ ارواح میں۔ ایک عظیم الشان بےنظیر و بےمثال نورانی اجتماع ہوا جس میں پورے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءکرام تھے۔ اور کرسیٔ صدارت پر خود خداوند قدوس جلوہ افروز تھے۔ اور اس فضائے نور کے روحانی اجتماع میں ایک عظیم عہد و پیمان ہونے والا تھا۔ اور جملہ نبی ایک اجتماع کی شکل میں احکم الحاکمین میرِ مجلس کے حضور میں حاضر تھے تو خالق کائنات نے اس روحانی اجتماع سے خطاب فرمایا۔ چنانچہ قرآن پاک اس حسنِ استقبالیہ کی شہادت دیتا ہے کہ خداوند قدوس نے اس محفلِ پاک میں اپنے محبوب اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ کریمی، شانِ رسالت اور شانِ نبوت کے متعلق ارشادِ گرامی فرمایا اس نورانی محفل کی تعریف میں ہمارے سلسلۂ نظامیہ کی محبوب شخصیت حضرت امام الکلام مولانا امیر خسرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پیارے انداز میں رطب اللسان ہوئے ؎

خدا خود میرِ مجلس بود اندر لامکاں خسروؔ رضؓ
محمدؐ شمعِ محفل بود شب جائیکہ من بودم

بانیٔ محفل

میرے بزرگو! تخلیقِ کائنات سے پہلے لامکاں کے نورانی اور روحانی پردہ سماں میں جو محفلِ پاک منعقد ہوئی تھی اس میں بجز ذکرِ مصطفیٰ اور فضائلِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ چنانچہ اس مقدس مجلس کے وقت نہ عرش تھا نہ فرش تھا نہ ہی آفتاب و مہتاب تھے اور نہ ہی کائنات موجودات تھی۔ فقط ہر طرف انوارِ ربانی کی تجلیات ضوفگن تھی اور جمیع انبیاء علیہ السلام دست بستہ میرِ مجلس کے حضور بیٹھے خدمت تھے۔ اور وہ

جس میں میثاقِ سلطانِ رسالت تھی۔ جس میں پیارے احمدِ مختار حبیبِ کبریا۔ رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، نور القمر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ ثانی ولاثانی کا اعلان ببانگِ دہل تھا۔ ذرا اور درود شریف ذوق و مستی سے پڑھئے اور یک نعت شریف سنئے اور پھر خداوند قدوس کی ایک بے نظیر اور ولولۂ عشق سے بھرپور تقریر سنئے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

دو جہاں ان کا یہ جہاں جن کا — ہے زمیں اُن کی آسماں ان کا

کوئی اُن کا مقام کیا جانے — خود خدا ہی ہے پاسباں اُن کا

ہم غلاموں پہ ہی نہیں موقوف — ذکر کرتے ہیں انس وجاں اُن کا

خالقِ کل تھا خود شبِ معراج — عرشِ اعظم پہ میزباں اُن کا

دھڑکنیں تو دلوں کو لاتا ہے — ہے عجب دل نشیں بیاں ان کا

دیکھ کر عاصیوں کو آتا ہے — جوش پہ بحرِ بیکراں اُن کا

جب خدا نے کیا نہیں پیدا — ثانی ہوتا بھلا کہاں اُن کا

ہیں تمام انبیاء کے جو قائد
حق تعالیٰ ہے مدح خواں اُن کا

اقرارِ توحید

مسلمانو! تمام کائنات نے روزِ ازل میں ہی اپنے رب کی ربوبیت کا اقرار کر لیا تھا۔ چنانچہ قرآن پاک کی ایک آیتِ کریمہ میں اس بات کا بھی ذکر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام جملہ ارواح یعنی نیک و بد، مسلم و غیر مسلم سب کی روحوں سے ارشادِ گرامی فرمایا تھا۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں؟

قَالُوْا بَلٰی سب نے جواب دیا "ہاں" اے اللہ تو ہی ہمارا رب ہے

دیکھئے! یہ بھی ایک اجتماع تھا۔ جس میں خالقِ کائنات نے صرف ذکرِ توحید کے متعلق اعلان فرمایا۔ جب کہ اس محفل میں ہر طرح کی مخلوق تھی۔

گویا! اللہ تعالیٰ نے اس اجلاس میں نیک و بد، فاسق و فاجر، کافر و مومن مجاہد و شہید اور انبیاء و اولیاء کی تمیز نہ رکھی۔ پھر کائنات کے ذرے ذرے سے رب العزت نے پوچھا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں؟

اور سب مخلوق نے "بلیٰ" کہہ کر اس توحید کا اقرار کر لیا۔ یہ تو میثاقِ توحید کا ایک جلوہ تھا۔ کہ خداوندِ کریم نے اپنی توحید کا اقرار کرانے کے لئے کسی قسم کی تمیز نہ رکھی۔ اور اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کہنے کے بعد جب سب نے "بلیٰ" کہہ دیا اور یہ بابِ توحید تو ختم ہو گیا مگر اس بابِ عظیم کے اصل اوراق تو ابھی آگے تھے۔ پہلے اجلاس میں کاتبِ فطرت نے تو صرف توحید کا ایک عنوان تجدید کیا تھا۔ ابھی تو مصورِ فطرت نے کتابِ توحید کا "عظیم" دیباچہ لکھنا تھا۔ اور اس دیباچے کے پیش لفظ کا جب ارشاد فرمانے کا وقت آیا تو قدرتِ حق نے اپنے مخصوص جلال کو یاد کیا۔ دوسرا اجتماع انبیاء سے منعقد کرنے کے اظہار کا خیال کیا۔

تقدیر حق

بھائیو! ہاں تو میں خطبہ استقبالیہ کی تقریر کے متعلق عرض کر رہا تھا، کہ جب خداوند قدوس نے اپنی ربوبیت و وحدانیت کا اعلان، ورجملہ مخلوق سے اپنی ربوبیت کا عہد و پیمان کرنے کے وقت صرف "تجلی" پر ہی اکتفاء کیا۔ مگر اللہ رے عزت و عظمت اور شان مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے۔ آیئے اس ماہ نور کی ضیا پاشیاں بھی ملاحظہ فرمایئے۔ حبیب محبوب پاک کی شان و شوکت کی باری آئی۔ تو بڑی دھوم دھام سے ایک عظیم الشان اجتماع ہوا۔ ؎

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام

کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

گویا! اس اجتماع نورانی میں تاحد نگاہ انبیاء و مرسلین ہی دستہ بستہ بارگاہ خداوند قدوس میں حاضر تھے۔ اور یہ سبھی ذکر حبیب لبیب سننے کے مشتاق تھے۔ اور درود و سلام کے نغموں سے جملہ انبیاء کی ارواح وجد کناں تھیں، ذکر مصطفیٰ سننے کے سبھی متمنی تھے۔ بالآخر رحمت خداوندی جوش محبت میں آئی اور اعلان حق ہوا۔

اے گروہ مرسلین! اے جماعت الصادقین! اے جن و انس کے ہادیو! آج تم کو ایک محکم عہد کرنا ہوگا۔ لہٰذا اس کے لئے سجدہ ریز ہو کر دھیان سے میری باتوں کو سنیئے کہ "ہم تم کو کتاب اور حکمت کے اسرار و رموز مرحمت فرمائیں گے۔ اور تم اپنے اپنے وقت کے لوگوں کو توحید کی تعلیم دو گے"۔ مگر یاد رہے! اے نبیو! (علیہم السلام) اگر تم میں سے کسی کے وقت میرا محبوب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) تشریف لے آئے جس کے لئے یہ مجلس آراستہ اور

بند منور کی گئی ہے۔ اور میرا وہ حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری ۔ رسالت و نبوت اور علم و حکمت کی تصدیق کرے"

تو دیکھو! "اس پر ضرور، بہ ضرور بصدق دل ایمان لانا اور بصد اخلاص اس کی مدد کرنا" خالق کائنات نے یہ فرما کر پھر انبیاء کرام سے فرمایا جا رہا ہے بلکہ قسمیہ پوچھا جا رہا ہے۔ "اے نبیو! (علیہم السلام) کیا تم نے اس بات کا قلب سلیم سے اقرار کر لیا؟ اور میرا بھاری ذمہ لے لیا؟ سب انبیاء کرام نے اس فرمان حق کے جواب میں ہاں فرمائی۔ تو یہ عہد و پیمان کی بات ختم نہ ہوئی بلکہ پھر خالق کائنات نے فرمایا۔ فَاشْهَدُوا۔ اچھا تم اب ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ کہ تم سب میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے اور ان کی مدد کرنے کا عظیم وعدہ کر لیا۔ مگر پھر بھی قدرت حق کو قرار نہ آیا۔ تو پھر فرمایا۔ وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ" اور یاد رکھو میں خود بھی اس بات کا گواہ ہوں۔ اور اپنی ربوبیت کی مہر ثبت کرتا ہوں۔ سبحان اللہ۔ اللہ رے عظمت مصطفیٰ کہ باوجود اتنا عظیم عہد و پیمان ہو جانے کے بھی عشق الٰہی اور محبت ربانی عہد میثاق سے سیر نہ ہوئی۔ اور پھر حضور رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا غیرت جوش میں آیا۔ اور آخر ذات حق پھر بول پڑی" اے گروہ انبیاء علیہم السلام تمہیں آگاہ کیا جاتا ہے کہ اس

اقرار کے بعد تم میں سے اگر کوئی معاہدہ شکنی کرے یا پھر جائے۔ تو وہ بھی حضور حق میں فاسق سمجھا جائے گا۔"

دیکھا آپ نے" ذکر رسول" کو کس قدر ذات حق سے اہمیت حاصل ہے یاد رہے۔ ذکر مصطفیٰ اگر نہیں تو لاکھ لاکھ توحیدی کلمات کی رٹ لگائی جائے تو وہ بالکل بیکار اور فضول ہے۔ جب تک ذکر مصطفیٰ اپنا اوڑھنا نا بچھونا نہ بن جائے۔

ہزار عالم و فاضل ہزار زاہد ہو
اگر ہے شاہِ رسل سے جدا تو کچھ بھی نہیں

نتیجۂ فکر

اے چودھویں صدی کے مسلمانوں۔ یہ ہے ہمارے نبی کریم سلطانِ دو جہاں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و شان و شوکت۔ معصوم ہیں۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان بھی کبھی ناحق ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ تو اس کے مقابلہ میں ہماری موجودہ لغت کیا ہے؟ وہ کہاں تک قرآن کے مطابق چلتے ہیں؟

آج تہذیب و شائستگی کے دور میں بریا۔ فسق اور ظلم کا دور دورہ ہے۔ جرم کی کثرت ہے۔ گھروں میں بدکاری اور باہر پرہیزگاری ہے۔ ساقی کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ جب تک لوگوں کے دلوں میں شرم و حیا اور غیرت رہے گی اسلام برباد نہیں ہوگا۔

اے غافل انسانو! مندرجہ بالا میثاق انبیاء علیہم السلام کو مدنظر رکھ کر حضور دانائے غیوب مختار دو عالم علیہ السلام کی عظمت اور شان و شوکت کا صدق دل سے اعتراف کرو۔ اور ہرگز ہرگز ذاتِ حق سے ڈرو۔ اور ذاتِ مصطفیٰ پر تنقید نہ کرو۔

یاد رکھو! غضبِ الٰہی جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمان انبیاء کو بھی فاسق ٹھہرا سکتا ہے۔ تو گستاخانِ مصطفیٰ کا ٹھکانا اور انجام کیا ہوگا؟
افسوس صد افسوس! آج مسلمانوں نے دوسری اقوام کی تہذیب کو ترقی کا نام دے کر عیاشی اور فحاشی سے گٹھ جوڑ کیا ہے۔ اور انسانیت کو قربان کر کے شیطان کے سپرد کر دیا ہے آج وہی ترقی بربادی اور ہلاکت [illegible]

سر پر سوار ہے۔ اور ستم یہ کہ اس بربادی اور ہلاکت کو بھی ترقی ہی کے نام سے پھیلایا جا رہا ہے۔ نئی تہذیب کی گندگی کو تہذیب و تمدن کے ٹھیکیداروں نے عزت اور آبرو کا نشان سمجھ رکھا ہے۔ خدا اور رسول کے خلاف حرکات بر سرِ انجام دے کر بڑے فخر سے ...... ترقی یافتہ اور مہذب بنے بیٹھے ہیں یاد رکھیئے خالقِ کائنات کی قسم اس حقیقت کا پتہ عنقریب چلے گا کہ گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر۔ اور نتیجہ شرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ہم نے ادبِ خدا اور ادبِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بالکل فراموش کر دیا ہے۔ اسی وجہ سے آج ہم چاروں طرف ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔ ؎

درسِ قرآن اگر ہم نے بھلایا نہ ہوتا

یہ زمانہ، نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

یاد رکھیئے! مسلمان وہی ہیں جو جلوت و خلوت میں نبی محترم محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامن سے متعلق نہ چھوڑیں۔ کس قدر ظالم ہیں وہ لوگ جو کہ فرنگی تہذیب کو خود تو اپناتے ہیں مگر تہذیب مصطفٰی اپنانے والوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم و کرم کرے۔ اے کاش تہذیب مصطفٰی کی جو برکات ہیں ہماری وہ انسانیت کی بہبود اور تمہارے دین و دنیا کی سرخروئی کی ضامن ہے ان کی ہمیں پرواہ ہی نہیں رہی۔

مسلمانو! آج ہمارا فخر یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز بگڑتی ہے تو بگڑ جائے۔ دوست اور احباب ناراض ہوتے ہیں تو ہونے دیجئے۔ مگر خدا اور مصطفٰی کو نہ بگاڑیں۔ ؎

جس کام کو یاں آئے ہیں وہ کام نہ بگڑے

ہر چیز بگڑ جائے پر اسلام نہ بگڑے

صلّے علےٰ محمدٍ صلّے علےٰ محمدٍ

اُن کے ظہورِ پاک کا یوم سعید آج ہے

منتظرانِ دید کو مژدۂ دید آج ہے

رحمتِ حق کی شان کو عام نوید آج ہے

بعد اسی کی ہے تفصیل اہلِ عید آج ہے

صلّے علیٰ محمدٍ صلّے علیٰ محمدٍ

مسلمانو! قرآنِ شریف کی زبانی صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کے متعلق سنا! آیئے ذرا ان کی آمد آمد سے پہلے ایام ماضی کی ایک جھلک دیکھی جائے۔

حالتِ دُنیا

عدل و انصاف اور امن کے متلاشیوں کی چیخیں ظلم و ستم اور جبر و استبداد۔ گمراہی اور جہالت کی آہنی دیواروں سے ٹکرانے کے بعد خاموش ہو چکی تھیں، روم و ایران کے شہنشاہوں کی قبائیں اپنے محکوموں اور غریب محنت کش انسانوں کے خون سے رنگین ہو چکی تھیں۔ اور صحرائے عرب کے باشندوں کی قبائلی عصبیتیں اپنے فرزندوں کے تازہ نسوں کی طلب گار تھیں مصر میں یہودیت اور نصرانیت دست و گریباں ہو رہی تھی۔ مسئلہ تثلیث پر رنگ آمیزیاں کی جا رہی تھیں۔ صدہا مختلف العقائد فرقے پیدا ہو گئے تھے۔ مذہبی روایات کا مضحکہ اڑایا جاتا تھا۔ مختلف فرقے ایک

دوسرے کے جانی دشمن بنے ہوئے تھے۔

تمدن

خطۂ عرب جن تاریکیوں اور جہالتوں میں مبتلا تھا۔ اور جن اخلاقی خرابیوں اور گمراہیوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ عرب میں معاشرتی تمدن اور اخلاقی کمزوریاں عروج پر تھیں۔ سرزمین عرب کے انسان برائے نام انسان رہ گئے تھے ہر شخص افعال و اقوال میں آزاد تھا۔ دوشیزہ اور خوبصورت لڑکیوں کے نام اشعار میں لکھے جاتے تھے۔ اور بازاروں میں گائے جاتے تھے۔ کوئی دل کی بات چھپا کر نہ رکھی جاتی تھی۔ زنا پر بجائے ندامت کے فخر کیا جاتا تھا۔ مجالس میں اپنی قوتِ مردمی کی تعریف کی جاتی تھی۔ نشہ سے زیادہ محبوب کوئی شئے نہ تھی۔ پھر بادہ نوشی و بدمستی کی حالت میں نہایت شرمناک افعال کئے جاتے تھے۔ ان ظالموں کو یومِ حساب کا خوف نہ تھا۔ سرزمین عرب ایک ہنگامہ گاہ تھی جہاں افراد قبائل اور اقوام ایک دوسرے کا گوشت نوچ رہے تھے۔ کوئی کسی کا فریاد رس نہ تھا

نویدِ صبح

تاریکیوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تجھ کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

بالآخر خداوند قدوس کی رحمتِ حق جوش میں آئی اور نبی آخر الزمان والی دو جہان حبیبِ کون و مکان سوہانے ہر رنگ داں شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین عرب کے ریگ زاروں کی گھٹاٹوپ فضا کے سینہ کو چیرتے ہوئے ابھرے جن کے نور کی تجلیوں نے عرب و عجم کی وادیوں اور دشت و صحرا کی گمراہیوں کو اپنے مقدس نور سے منور کیا بلکہ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب زمین سے آسمان اور

آسمان سے لامکاں تک دونوں عالم کے ذرّے ذرّے کو بہت بخشی۔ حضرت مولانا ظفر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

وہ شمع اُجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز چمکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

کیا ولادتِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مژدہ نہیں تھا؟
کہ جس کے آنے سے مردہ دل کھلے۔ اجڑے آباد اور ویرانے آباد ہوئے یتیموں نے سہارا پایا۔ عالم نسوانیت کو پناہ ملی۔ اور اس کے برعکس ظلمت سرنگوں ہوئی۔ آتش کدے ماند ہوئے اور گلستان کا ذرّہ ذرّہ امن کا گہوارہ بن گیا۔ یہی وہ ساعت تھی؟ کیا یہی گھڑی تاریخِ عالم میں ایک سنہرے باب کے اضافے کا موجب تھی؟ کہ جب حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے نوازا کر اس کی قبولیت میں کون ومکاں کی۔ ارض وسما کی مخصوص عظمتیں مسترت بن برکتیں یک آن سمٹ گئیں۔ آنے والا جس کی آمد آمد کی خبر یں خداوند قدّوس اور رب العزت کے فرشتے بستم رسیدہ اور دکھی انسانیت کو یہ خوش آئند مژدہ سنا رہے تھے۔ کہ آ گیا ہے ـــــ کون؟

حضرت عبدالمطلب کا پوتا! سیدنا عبداللہ کا لختِ جگر۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کی دعاؤں کا ثمر

کون! رہبرِ اعظم محسنِ اعظم جس کی بشارت حضرت عیسیٰ روح اللہ نے دی۔ دنیا جھومی۔ آسمان رقصاں ہوا۔ ہوائیں عطر بیز ہوئیں۔ بتوں نے شادیانے بجائے۔ حوروں نے نغمے گائے فرشتوں نے دربانی کی۔ جنت

معبد ویران ہوئے۔ آتش کدے ٹھنڈے ہو گئے۔ قیصر و کسریٰ کے ایوانوں نے جبہ سائی کی۔ الغرض ہر طرف ایک گونج اٹھی۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی

سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی

ترے آنے سے رونق آ گئی بازار امکاں میں

شریک حال قسمت ہو گیا پھر فضل ربانی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

والصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

الجانی الحق بمہ

اے کائنات کے مظلوم اور محنت کش انسانو! رحمت دو عالم شفیع المذنبین تمہارا نجات دہندہ اور رہبر اعظم ہے۔ اے امریکہ اور روس کے پرستارو اور قیصر و کسریٰ کے ظلم و ستم اور استبداد کی چکی میں پسنے والو! تمہارے مصائب و آلام پر نوحہ کشی و خود کشی کا سنگین دور یا نوبت ختم ہو چکا ہے۔ جہالت و گمراہی کی اندھیری میں بھٹکنے والی روحو! انہیں نشان راہ بتانے کے واسطے آقائے دو جہاں فتح و نصرت اور سلامتی و چاندنی راہوں کا راستہ دکھانے کے لئے

تشریف لے آئے ہیں۔ اے حق و انصاف کے متلاشیو! دستِ مصطفائی
ظلمت و ضلالت کے ناپاک پرچم سرنگوں کرنے کے واسطے دراز ہو چکے ہیں۔

اے ماضی و حال کے ٹھکرائے ہوئے انسانو! تمہارا اور تمہاری نسلوں
کا سب سے عظیم وسیلہ اور فریادرس "حضور" سرورِ کون و مکان اپنی
ساری خداداد رحمتوں کے دریچے کھولتے ہوئے ارض و سما میں تشریف لا چکے
ہیں۔ اٹھو ان کا دامنِ مقدس تھام لو۔ ورنہ حشر تک دربدر پھرتے رہو گے

اے سکون کے تلاش کرنے والو تمہارا سکون، روس و امریکہ، یورپ
و فرانس اور چین کی گود میں نہیں بلکہ یہ تمہاری ذہنی پسماندگی کی انتہا ہے

اے عظیم انسانو! تمہارا سکون، تمہارا چین اور مداوا ختم المرسلین کی تقلید
اور خدائے ذوالجلال کی تسبیح و تمجید میں مضمر ہے۔

اے بنی نوعِ انسانو! جب تک تم قولاً و فعلاً امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی مکمل تقلید نہیں کرو گے۔ اس وقت تک تمہیں سکون کی زندگی نصیب نہیں ہو سکتی
اے اقوامِ عالم کے رہبرو! اطمینان و سکون وہی ہے جس کا دوسرا نام حضرتِ
عشق ہے۔ بلال حبشی اسی کو اپنے سینے میں رکھتے تھے اور انگاروں پر لیٹ
کر کفار کی مار کھا کر گلیوں میں رسوا ہو کر، اور چٹانوں کا بوجھ سینے پر برداشت
کرتے ہوئے بھی زبان سے اُف نہ کی۔ اور نہایت سکونِ قلب کے ساتھ
احد، احد، حق حق، محمد پکارتے رہتے۔

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
نہ ہو ستم تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

اظہارِ خیال

اے انسانیت کے ٹھیکیدارو! قرآنِ مقدس کی نظر میں باہمی پھوٹ اور فرقہ پرستی شرک ہے۔ خدائے قہار کا ایک عذاب ہے۔ عظمت و اقبال کے زوال کی نشانی ہے۔ خالقِ اکبر کی رحمت سے محرومی کی دلیل ہے۔ دامنِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہاتھ کٹ جانے کا سبب ہے۔ اور آخرت میں عذابِ عظیم کا موجب ہے۔

اے مسلمانو! تمہارے زندہ رہنے کا واحد مقصد یہی ہے کہ [illegible] کا سدِباب کرو اور اقوامِ عالم کو اسلام [illegible] کی خوبیوں سے روشناس کراؤ۔

اے متلاشیانِ حق [illegible] دو جہان کی عظمتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے دیکھو! گنبدِ مصطفےٰ [illegible] الصلوٰۃ والسلام کے فیضانِ کرم سے حضرت ابوبکرؓ "صدیقِ اعظم" حضرت عمرؓ فاروقِ اعظم۔ حضرت عثمانؓ غنی۔ ذوالنورین۔ اور حضرت علی المرتضیٰؓ حیدرِ کرار۔ کو انسانیت کی عظیم ترین سعادتیں۔ یہ نعمتیں نصیب ہوئیں۔ وہی انسانیت میں کامیاب و کامران اور فاتحِ عظیم تھے۔ ع

صدیقؓ عکسِ حسنِ کمالِ محمدؐ است

فاروقؓ ظلِ جاہ و جلالِ محمدؐ است

عثمانؓ ضیائے شمعِ جمالِ محمدؐ است

حیدرؓ بہارِ باغِ خصالِ محمدؐ است

ایمانِ ما اطاعتِ خلفائے راشدین

اسلامِ ما محبتِ آلِ محمدؐ است

فیضِ حبشیم

مسلمانو! اعلیٰحضرت شاہ احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

سرِ بگیں یہ آنکھیں حریمِ حق کے وہ مشکیں غزال

ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

حضور ساقیِ کوثر حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں نے حضرت بلال حبشی اور حضرت خبیبؓ کو ایمان و یقین اور عشق و محبت کی لازوال نعمتوں سے آشنا کیا۔ اور عرب و عجم کے اُن صحرانشینوں کو جہاں بینی اور جہاں بانی کے نئے نئے آداب اور سنہرے اصول سکھا دیے انہی مقدس اصولوں کا وجود ظہورِ اسلام سے قبل ہر انسانی سعادت کی نفی کرتا تھا۔ لیکن اقوامِ عالم کو ہمیشہ ہمیشہ اس حقیقت و صداقت کا اعتراف کرنا پڑا کہ سیدِ عالم حضرت محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام ان کے فہم و ادراک کی سرحدوں سے کہیں اور آگے تھا۔ کیوں؟

آگیا جس کا نہیں ہے کوئی ثانی وہ رسول

اوجِ فطرت پر ہے جن کی حکمرانی وہ رسول

جن کا ہر تیور ہے حکمِ آسمانی وہ رسول

موت کو جس نے بنایا زندگانی وہ رسول

زندگی بھر جو رہا بن کر سپاہی وہ رسول

جس کا ہر اک سانس قانونِ الٰہی وہ رسول

نتیجۂ فکر | مقبولانِ حق شمعِ مصطفائی کے پروانوں کی طرف نگاہ اُٹھاتے وقت بھی احساسِ مرعوبیت اور اُن کے حُسنِ تاباں کی کرنوں سے لرزا اُٹھتے

ہیں۔ ان پاک لوگوں کے سینے جمالِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روشن اور بدلِ نبی سے ان کے رخسار درخشاں و تابندہ تھے ۔

مردِ مومن را محمد ابتدا است

مردِ مومن را محمد انتہا است

کائنات کا ذرہ ذرہ محسنِ اعظم مختارِ لولاک حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہر آن ہر ساعت اور ہر گھڑی درود و سلام نچھاور کر رہا ہے۔ دنیا کا ہر مفکر اور مدبر انہی کے ارشادات کو اپنی اپنی منطق میں پیش کر رہا ہے۔ ہر خطیب اور ہر ولی انہی کے احکامات کی روشنی میں گمراہی اور تذلیل کی بیخ کنی کر رہا ہے۔ اور جن و انس۔ جمادات و حیوانات حضور سرورِ کائنات پر ہر لحظہ و ہر آن درود بھیج رہا ہے۔ کہ ہمارے آقائے دو جہاں نے ہی مردود انسانیت کو انسانیت سے آشنا کیا۔ اور حضرتِ انسان کو پستی سے اٹھا کر بندگی پر سرفراز فرمایا۔ اور آج نبی اکرم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیضانِ کرم سے کون و مکان کا ذرہ ذرہ بارگاہِ حسن و عشق میں عقیدت و محبت کے پھول پیش کر رہا ہے۔ فضائیں بھی مچل کر نغمۂ سرمدی گا رہی ہیں اور حور و غلمان مسکرا رہے ہیں۔ اور پھر عرش یار کے قدسی ہاتھ باندھے سوز و گداز سے یہی عرض کر رہے ہیں ؎

رَبِّ سَلِّمْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہ

مرحبا مرحبا یا حبیبَ اللّٰہ

فرمانِ محبوب

(حکایت نمبر ۵)

سرورِ کون و مکاں شہنشاہِ ارض و سماء حبیبِ کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں!۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ شَمَّ الْوَرْدَ الْاَحْمَرَ وَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ فَقَدْ جَفَانِیْ

(نزہت المجالس ص۱۰۰ ج ۲)

”جس نے گلاب کے سرخ پھول کو سونگھا اور مجھ پر درود نہ پڑھا اس نے مجھ پر ظلم کیا۔“

دوستو! جذبات و احساسات کا اظہار تو ممکن نہیں۔ شدتِ محبت و عشق دیوانہ وار محبت کے راز کو افشا ضرور کرتی ہے۔ مگر تحریراً نہیں۔ ایک عاشقِ صادق کی حرکات اس کی عکاسی کر دیتی ہے۔ محبوب کی ہر ادا فطرتاً عاشقِ زار اپنا لیتا ہے۔ اور یہ حالت آہستہ آہستہ اس منزل تک پہنچتی ہے۔ کر دیتا ہے ایک شوریدہ سر کہتی ہے۔ جب یہ عالم ہوتا ہے تو بڑے سے بڑے مصائب و آلام اس کے رستے میں حائل نہیں ہو سکتے۔ بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑائے جا سکتے ہیں۔ کوہ بیستون سے نہر نکل پڑتی ہے۔ ہوائیں ”لیلےٰ“ کا پیام ”مجنوں“ پہنچا دیتی ہیں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز میں جمالِ یار ہویدا و آشکارا رہتا ہے۔ حضرت حافظ شیرازی کیا ہی خوب فرماتے ہیں

بہر سو جلوہ دلدار دیدم

بہر چیزے جمالِ یار دیدم

خواہشِ دیدار یہ ایک حقیقت اور صداقت ہے کہ جب کسی سے محبت اور عشق ہو جائے تو حضرتِ عشق اسے اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں۔ اور فطرتی طور پر دلِ مضطر کا تقاضا ہوتا ہے کہ اس "ماہ جبیں" کو دیکھا اور دیکھا جائے۔ خواہشِ دید ختم نہیں ہوتی۔ سیدنا کلیم اللہ نے بھی کوہِ طور پر یہی آرزو کی تھی

ذرا جلوے دکھا اسے پردہ نشیں امید ہے تیری

برقع اٹھا اسے صنم جلوۂ دید ہے تیری

معلوم ہوا کہ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں یہی عرض کیا تھا۔

"اے حجابوں میں رہ کر مجھ سے ہم کلام ہونے والے
للہ ان پردوں کو اٹھا کر ذرا میرے سامنے آ جائیے
تاکہ تیرے رخِ انور کو دیکھ لوں اور اس دلِ مضطر
کو کچھ تسکین و راحت ہو جائے"

ذکرِ محبوب واللہ! عاشقِ صادق کو اگر دیدارِ یار نہیں ہوتا تو وہ تڑپ اٹھتے ہیں اور ہر وقت و ہر گھڑی تصورِ یار میں مستغرق رہتے ہیں اور دل و زبان سے اپنے محبوبِ پاک کا ذکرِ خیر کیا کرتے ہیں۔ جیسے حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں:۔ ؎

زباں تا بود در دہاں جائے گیر

ثنائے محمد بود دل پذیر۔

سبحان اللہ! سبحان اللہ! ایک دن مرشد حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ

یارسول اللہ جب تک میری زبان اس جہان میں اپنی جگہ پر قائم ہے ریہ آپ کے نقش و
محاسن حسن و جمال۔ صورت و سیرت خلقِ عظیم اور ذکرِ جمیل کے گیتوں میں رہے گی۔

مشاهدہ یار

بزرگو! ایک مجازی عاشق کی دلی خواہش یہی ہوتی ہے کہ میں اپنے محبوب کو دیکھوں۔ اور ان کے ساتھ باتیں کر دل، تب جا کر اس کے دل و دماغ کو سکون حاصل ہوتا ہے۔ اسی نظریے کے پیشِ نظر حضرت زبدۃ العارفین مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص پیرائے میں فرماتے ہیں کہ ایک روز جناب حضرت مجنوں رحمۃ اللہ علیہ مبلے آب و گیاہ ریگستان میں تشریف فرما تھے "محبتِ لیلیٰ" نے غلبہ کیا۔ سوز و ساز کی کیفیت طاری ہوئی۔ اور وحشت بدامانی میں مدہوش ہو کر اس دھرتی کے سینے پر اپنے دستِ مبارک سے کچھ کرید رہے تھے۔ اتنے میں قریب سے ایک آدمی گذرا۔ جب اس نے حضرت قیس رحمۃ اللہ علیہ کو اس حالت میں دیکھا تو فوراً پکارا

گفت اے مجنونِ شیدا چیست ایں
می نویسی نامہ بہر کیست ایں

اے مجنوں یہ مکتوب کس کو لکھ رہے ہو۔ ذرا یاد رکھ جلد ہی تو مٹ جائے گا۔

تو جناب مجنوں نے اس کی صدا کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

گفت مشقِ نامِ لیلیٰ میکنم
خاطرِ خود را تسلی میدہم

کہ میں خط تو نہیں لکھ رہا۔ اپنی لیلیٰ کے نام کی مشق کر کے اپنے پریشان دل کو تسلی و تشفی دے رہا ہوں

محبوبِ اکبر

آئیے۔ اب خود ہی اندازہ فرمائیے کہ مذہبِ عشاق میں اپنے محبوب کو یاد کرنا اور اس کے افعال و اقوال اور صورت کی تعریف کرنا ضروری ہے تو کیا؟ اس محبوبِ ربانی کو جو ان سب محبوبوں سے بھی محبوب ہے اور جس نے ہماری آئندہ بخشش کے لئے رات کی تاریکیوں میں دعائیں کی ہیں۔ اور جس ہادیٔ برحق نے ہم گنہگاروں کو شبِ معراج کے وقت بھی نہیں بھولا۔ اور جو قیامت اور یومِ حساب کے وقت ہمارے لئے موجبِ بخشش ہوں گے۔ کیا ہمارا فرض نہیں؟ کہ ہم ان کا ہر وقت اپنے آئینۂ دل میں جمال دیکھا کریں۔ اور نہایت عجز و انکساری سے صبح و شام ان کی ذاتِ بابرکت پر درود بھیجا کریں۔

"کیوں نہیں"

ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے زمانے میں نہیں پایا۔ لیکن ہماری آنکھیں حضور کے لئے فرشِ راہ ہیں۔ ہمارے دل و دماغ میں ساقیٔ کوثر کی صورت سمائی ہوئی ہے۔ ہم حبیبِ کبریا علیہ السلام کے رخِ انور سے اپنے سیاہ اور تاریک دلوں کو منور کر رہے ہیں۔ ہماری آنکھیں مختارِ لولاک کے ہجر میں اشکبار رہیں۔ کہ ہم صبح و شام والہانہ طالبِ پیارے احمدِ مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس کے حضور درود و صلوٰۃ کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

اللہ اکبر! اللہ اکبر! میرا ایمان ہے کہ ذکرِ مصطفیٰ سے اور رٹنے سے کون و مکاں کا ذرہ ذرہ وجد میں آجاتا ہے۔ اور مردہ دلوں کو حیاتِ جاوداں

ملتی ہے۔ اور بے قرار دل کو قرار، اجڑی ہوئی روحوں کو بہار سرمدی ملتی ہے۔
الغرض کوئی ایسا مقام نہیں جہاں پہ ذکر مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ ہوتا ہو۔
اعلیٰحضرت امام اہل سنت شاہ احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

اک ترے رخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی
اُنس کا اُنس اسی سے ہے جان کی وہ ہی جان ہے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

گود میں عالم شباب حال شباب کچھ نہ پوچھ
گلبن باغ نور کی اور ہی کچھ اٹھان ہے

تجھ سا سیاہ کار کون اُن سا شفیع ہے کہاں
پھر وہ تجھی کو بھول جائیں دل یہ ترا گمان ہے

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفےٰ ﷺ
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

اہم وسیلہ

حکایت نمبر ۶

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ دَاعٍ اِلَّا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ السَّمَاءِ حِجَابٌ حَتّٰی یُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاِذَا فَعَلَ ذٰلِکَ خَرَقَ الْحِجَابُ وَدَخَلَ الدُّعَاءُ وَاِنْ لَمْ یَفْعَلْ ذٰلِکَ رَجَعَ

(جواہر البحار صفحہ ۳۶ ج ۱)

مختار کل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے والے اور آسمان کے درمیان ایک پردہ رہتا ہے۔ جب تک وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل پر درود شریف نہ پڑھے۔ جب وہ درود شریف پڑھتا ہے تو یہ پردہ ہٹ جاتا ہے۔ اور دعا بارگاہِ الٰہی میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور اگر درود شریف نہ پڑھے تو دعا واپس آجاتی ہے۔"

بزرگو! میں نے آپ کو یہ بتانا ہے۔ کہ خالق کائنات کی بارگاہِ عالیہ میں بجز حضور احمد مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی۔ کوئی لاکھوں جتن اور آہ و فغاں کرے مگر سائی کونین کے وسیلہ جلیلہ کے بغیر رسائی

نہیں ہو سکتی۔ کوئی لاکھوں جتن اور آہ و فغاں کرے۔ مگر ساقی کوثر کے وسیلہ جلیلہ کے بغیر رسائی نہیں ہو سکتی۔

حُسنِ خوباں

اور نہ ہی وہ خالق کائنات کے حضور ہرگز ہرگز نہیں پہنچ سکتا درود شریف پڑھیئے اور سُنیئے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

نسیم سحر کے جھونکوں سے خلد بریں کے غنچے اور کلیاں وجد کناں اور مست ہو کر کھکھلا اٹھی ہیں۔ اور خاورِ مشرق دھیرے دھیرے سانسوں سے چلتا ہوا دنیٔ مغرب کی طرف گامزن ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی کی یاد میں اور کسی کے جمال جہاں آرا میں کھویا ہوا ہے۔ اور گلشن دہر میں ہر طرف تاحد نگاہ سبزہ ہی سبزہ لہرا رہا ہے۔ جدھر بھی دیکھو رحمت بیکراں کا نورانی سماں ہی سماں نظر آتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کائنات کی ہر شئے پُر جمال اور مست۔ اور جمال یار میں کھوئی ہوئی ہے جیسے کسی کے تخیل کی مانند ہے

زمانہ گُم زمیں گُم آسماں گُم

خیالِ یار میں سارا جہاں گُم

گویا زمین و زمان، مکان و لامکاں، حور و غلماں، جن و بشر و شمس و قمر یعنی کائنات کی ہر شئے کسی کے حسن خوباں کی تعریف کر رہی ہے۔ ایسے آپ خود ہی غور فرمایئے کہ خود خداوند قدوس جس کے متعلق کیا خیال فرماتے ہیں۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (پ ۲ ع ۲)

اے بندو! تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں۔ اور میرا شکر کرو کفر نہ کرو

کثرت ذکر

مسلمانو! کائنات کا ذرہ ساز و سامان اس کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہے۔ اور کوئی ایسا لمحہ نہیں کہ جس میں ذات باری کا ذکر جاری نہ ہوتا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

یعنی فلاح چاہتے ہو تو اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔

دوستو! اللہ تعالیٰ نے ارشاد گرامی فرمایا کہ میرا ذکر کثرت سے کیا کرو۔ اگر تم فلاح و نجات چاہتے ہو۔ لیکن خالق نے یہ نہیں فرمایا کہ تم مجھے ایک بار یا دو بار یاد کیا کرو۔ بلکہ صرف اتنا ہی ارشاد فرمایا ہے کہ تم فلاح و نجات چاہتے ہو تو میرا ذکر کثرت سے کیا کرو۔ اب ذرا مقصود فطرت کے محبوب پاک کی شان کریمی ملاحظہ فرمائیے۔ جو حضور پرنور رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد گرامی فرماتے ہیں پہلے درود شریف پڑھیئے۔ پھر حضور کا فرمان سنئے۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

فرمانِ رؤف رحیم [illegible] جہان ہے۔

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً وَّاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا (مشکوٰۃ شریف)

جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا۔ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجے گا۔

ذکر جہر

سبحان اللہ! سبحان اللہ! ایک شہنشاہ سرور دو جہاں [illegible] عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام [illegible]

دن بھی یاد فرماتے ہیں۔ اور ہم پر رحمت و برکت نازل فرماتے ہیں۔ پھر ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ محبوب پاک کی یاد ہی در اصل یادِ حق ہے۔ وہ لوگ کتنے ظالم اور کتنے سنگ دل ہیں۔ جو ہمیں ذکرِ حبیب لبیب بیان کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اور کفر و شرک کے فتوے لگاتے ہیں۔ آیئے اب ذرا ذاتِ حق سے اپنے محبوب پاک کا ذکرِ خیر سنیئے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ (پ ۲۲)

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔ اے ایمان والو

تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

امام تفسیر

مسئلہ: اس آیت شریفہ کی تفسیر میں تفسیر خزائن العرفان میں حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

"سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا واجب ہے۔ ہر ایک مجلس میں آپ کا ذکر کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی ایک مرتبہ اور اس سے زیادہ مستحب ہے یہی قول معتمد ہے۔ اور اس پر جمہور ہیں۔ اور نماز کے قعدہ اخیرہ میں بعد تشہد درود شریف پڑھنا سنت ہے۔ اور آپ کے تابع کر کے آپ کے آل و اصحاب و دوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جا سکتا ہے۔

یعنی! درود شریف میں آپ کے نام اقدس کے بعد ان کو شامل کیا جا سکتا ہے۔ اور مستقل طور پر حضور کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔ درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم ہے۔ علماء نے اللّٰھم

صلی علیٰ محمدؐ کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ یارب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عظمت عطا فرما۔ دنیا میں ان کا دین بلند اور ان کی دعوت غالب فرما کر اور ان کی شریعت کو بقا عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول کر اور ان کے ثواب کو زیادہ کر کے اور اولین و آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور انبیاء مرسلین و ملائکہ اور تمام خلق پر ان کی شان بلند کر۔ (کنزالایمان ص۶۱۷)

نغمۂ مس وظیفہ

نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرنا اور کرانا، روز صبح و شام بتیں یاد فرمانا اور برگزیدہ نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ کرنا اور ہادی بے کساں کی بارگاہ عالیہ میں صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ عقیدت پیش کرنا اور عشق مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ترکیب میں مرمٹنا گویا سچے مومن مسلمان کی نشانی ہوتی ہے۔ اور دو دنیا کی ہر شے مختار دوعالم کے حضور صلوٰۃ وسلام بھیجتی ہے یہ بھی عظمت و رفعت ذکر مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مضمر ہے۔ اسی برگزیدہ مقام کے مطابق ہیں صاحب نگین عشق مصطفےٰ کی سرشاریوں میں مخمور ہو کر یوں فرمانے لگے :۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

الٰہی ہزاروں درود اور سلام

ہوں روح محمدؐ پہ نازل مدام

ہوئی تھی جو آدم سے واقع خطا

ندامت میں روتے رہے سالہا

جب آدم نے اوپر اٹھائی نظر
لکھا پایا نامِ نبیؐ عرش پر
دعا کی خدا سے کہ میری خطا
طفیل اس پیمبر کے بخش اے خدا
ہوئی ان پہ رحمت طفیل نبی
خطا ان کی اللہ نے بخش دی
محبو! یہ وہ نامِ محبوب ہے
جو عرشِ الٰہی پہ مکتوب ہے
ہے جنت کے اوراق و اشجار پر
لکھا جا بجا نامِ خیر البشر
عبادت میں حق نے رکھا شمول
ملا نام سے اپنے نامِ رسولؐ
اذانوں میں داخل ہے نام آپؐ کا
نمازوں میں ہیں شانِ سلام آپؐ کا

درود ایسے محبوبِ سبحان پر

سلام ایسے سلطانِ ذی شان پر

نتیجۂ فکر

ذکرِ خدا اور درحقیقت ذکرِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے بمقتضیٰ فطرت یعنی خالقِ کائنات نے جو کچھ بھی لیا اور دیا مقصود بتو [illegible] ہے
دو عالم کی تخلیق [illegible] حضور [illegible] کے صدقہ سے بنایا گیا ہے۔
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ذاتِ حق کی [illegible]
اور تا ابد رہتی ہیں۔

اعلیٰحضرت کیا ہی ایمان افروز عقیدہ بیان کرتے ہیں۔ ؎

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے

حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

گویا ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ کائنات کے مالک و مختار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اسی لئے ہر مسلمان علی الاعلان یوں رطب اللسان ہوتا ہے ؎

خالقِ کل نے آپ کو مالکِ کل بنا دیا

دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

زبان میں کیا طاقت ہے کہ آپ کی تعریف و توصیف کر سکے، اور قلم میں کتنی قدرت
کہاں ہے کہ خوب ہی آپ کے حسن و جمال کی ترجمانی کر سکے۔ درویش اسی لیے تو کہتے ہیں

لوح بھی تو قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب

مختصر اتنا جان لیجئے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام انبیاء کے تاجدار
سب رسولوں کے سردار۔ سب میں افضل۔ سب کے خاتم۔ دونوں عالم کے مختار
دو عالم۔ شہنشاہ عرب و عجم۔ رحمتِ عالم۔ شفیع محشر۔ صاحب لولاک۔ اللہ
حبیب پروردگار رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مظہر رب العالمین
ہیں۔ آپ ہی ارشادِ نبی کی مقدس کرنیں ہیں جو دنیا کی مخلوق میں ہدایت کی راہ کی اس
طرح رہنمائی کرتی ہیں جو راہ کھو چکے ہیں۔ جیسے کوئی رہنما منزل سے
بھٹکے ہوئے مسافر کو راہ دکھاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ
فرماتے ہیں:-

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیے ہیں
جب آگئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیے ہیں روتے ہنسا دیے ہیں

تکمیلِ نفس

بزرگو! آج کے زمانے میں ہمارے خون سرد ہو گئے ہیں۔ اس کی وجہ
یہ غیرتِ ایمانی جاتی رہی ہر ایک شخص کو زندگی سے پیار ہو گیا ہے۔ ہمارے
شہر مدینے کی محبت کرنا ہر وقت پہنچا دیا ہے یاد رکھیں انسان کی ...

دنیا میں آتا ہے۔ زندگی کی بہاریں بہت مختصر ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو سکے نفسانی خواہشات کی تکمیل کی جائے اور فرمودات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنایا جائے۔ اور جو لوگ اس فلسفے کے خلاف میدان عمل میں نکل آتے ہیں۔ یعنی ،، سوشلسٹ،، کا پرچار کرتے ہیں۔ ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جاسکے۔ چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاحب لولاک علیہ السلام کی تابعداری کو اپنی تابعداری و پیروی قرار دیا ہے۔ چنانچہ خالق کائنات ارشاد فرماتے ہیں۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ـ جس نے اطاعت کی رسول کی اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی۔

گویا۔ ارشاد باری تعالیٰ سے ہم کو یہ سبق ملا کہ حضور پاک کے ارشادات پر چلنا فرض عین ہے۔ اور فرض وہی فرض عین ہوتا ہے کہ تمام فرائض وواجبات و ارشادات کا قبول کرنا اور آپ کی اتباع پر چلنا۔ اگر کوئی شخص آپ کی تابعداری و اطاعت اور حکم سے ہٹ کر اغیار کے نقش پر چلے یا کتنی ہی عبادت و بندگی کرے جناب الٰہی میں ہرگز ہرگز وہ قبول نہیں۔

حضرات! حضور دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرماتے ہیں درود شریف پڑھیئے اور پھر ارشاد گرامی سنیئے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

فرمایا: فمن رغب عن سنتی فلیس منی

جو شخص میری پیروی نہ کرے وہ مجھ سے الگ ہوگیا

یعنی! جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ کے خلاف چلے۔ آپ کے ارشادات پر عمل نہ کرے۔ آپ کے ساتھ محبت نہ کرے۔ آپ کو ہر چیز جان۔ مال۔ اولاد۔ وطن۔ ماں باپ اور کائنات کی ہر شئے سے افضل و اعلیٰ نہ جانے وہ سرکار دو عالم کا اُمتی نہیں۔ معلوم ہوا کہ قرب الٰہی کا بہترین راستہ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ارشادات پر عمل کرنے سے ملتا ہے۔

مورخ اسلام فرماتے ہیں ؏

محمد ہیں متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر جان و مال اولاد سے پیارا

معیارِ محبت

پیارا! محبوب و مطلوب کی باہم ملاقاتیں ایک دوسرے کو نزدیک سے نزدیک تر لانے کا سبب ہوتی ہیں۔ پیار و محبت کا تقاضا بھی ہوتا ہے۔ کہ ہر وقت اپنے محبوب کے اوصاف و کمالات کے نغمے گائے جائیں اور صبح و شام انہیں کا پرچار کیا جائے۔ یہ تو ایک عام زندگی الفت و محبت کا دستور حیات ہوتا ہے

لیکن اس کے برعکس ہر مسلمان کو کائنات کی تمام چیزوں سے افضل و اعلیٰ اور سب سے پیاری حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے۔ لہٰذا عشق و محبت اور الفت کا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ حضور کے ساتھ حد سے زیادہ پیار و محبت کیا جائے۔ اور آپ کے فضائل و محاسن کے گیت خود بھی گائے اور دوسروں سے بھی گوائے جائیں۔ اور حضور کے فرمودات کی عزت و عظمت دل سے دل میں اجاگر رہے۔ اور ہر ایک پر فرض ہے کہ اپنی زندگی کے تمام اعمال و حرکات و سکنات کو رنگ مصطفیٰ میں رنگ دے۔

غور فرمائیے! وہ نفوس قدسیہ جن کو ہم اصحاب رسول کے نام سے یاد
کرتے ہیں۔ وہ خاک سے اٹھ کر سمتِ افلاک پر جا پہنچے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے
کچھ سے کچھ بن گئے۔ اس کی کیا وجہ تھی اور یہ تغیر و انقلاب ان میں کیسے رونما ہو
گیا تھا؟

اس کی وجہ محض یہ تھی کہ وہ صحیح معنوں میں مسلمان تھے۔ اور ان کا عقیدہ تھا کہ
طریقِ صادق اور ارشاداتِ مصطفیٰ کے پیرو تھے۔ ان کا ہر قدم اتباعِ شریعت
پر اٹھتا تھا۔ انہوں نے دامنِ مصطفیٰ علیہ الثناء کو مضبوطی سے تھام لیا تھا۔

سر کٹے کنبہ مرے اور گھر لٹے
دامنِ احمد نہ ہاتھوں سے چھٹے

اور جس وقت شمعِ مصطفیٰ کے پروانوں نے قیصر و کسریٰ کے تاج اپنے
پاؤں سے روندا تو دنیا جہان کے سیاسی سنت حیران تھے اور ان کی عقلیں گم
ہو چکی تھیں کہ آخر ان لوگوں میں یہ قوت و طاقت ہمت و استقلال کہاں سے
پیدا ہو گیا۔ یہ لوگ جس طرف بھی رخ کرتے ہیں فتح و کامرانی ان کے استقبال
کو آگے اور آگے بڑھتی آتی ہے۔ اس بات کو معلوم کرنے کے لئے ایک وفد
مدینۃ الرسول میں آیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اطوار کو بنظر غور دیکھا
بالآخر ان کی ترقی کا راز معلوم کر ہی لیا۔ اور وہ راز "اتباعِ رسول اور
ارشاداتِ مصطفیٰ پر عمل کرنا تھا۔ پھر وفد نے یہ بھی دیکھا کہ صحابہؓ کی یہ حالت ہے
کہ ارشادِ رسول کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں۔ ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔ وہ
شمعِ رسالت پر پروانہ وار نثار ہوتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا ہو گا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بچے ہوئے پانی اور تھوک مبارک کو

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے جسموں پر پالیا کرتے تھے۔ قرآن سے زیادہ ان کی قدر کیا کرتے تھے۔ لیکن آج ہم نے ادب مصحف اور حق مسلمانی ترک کر دیا ہے۔ اسی لئے ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

نتیجہ فکر

صحابہ کرام نے اتباع احکام رسول کے جو شاندار نمونے دنیا والوں کو دکھائے ہیں یہ حضور کے عشق و محبت ہی کا نتیجہ تھا۔ ان کی قربانیاں دین کی ساری دنیا جانتی ہے۔ غلامی رسول ہی درحقیقت دین کی بلند ترین مقام ہے۔ صحابہ کرام صحیح معنوں میں اس پر فائز تھے۔ اور کیوں نہ ہوتی جبکہ ہر ایک کو نصیب ہوتی ہے۔ اور ان ہی کا ذکر کثرت سے کیا کرتا ہے۔ ہمیں کائنات کی تمام فرزندوں سے زیادہ نبی اکرم پیارے ہیں۔ سب مسلمان صبح و شام حضور پاک کے نام نور کا ورد کیا کرتے ہیں۔ وہ ہر مومن کی جان آرزو ہے۔

نقشا یہی ہے سلسلۂ قیل و قال کی
ہوتی ہے ثنا تیرے حسن و جمال کی

ہیں۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے" گویا محبت مرکزِ حیات ہے۔ محبت ہی مسلمان کی جان اور ایمان ہے۔ محبت کی خاطر کائنات کی تمام اشیاء کو ٹھکرا دیا جاتا ہے۔ اور ہر انسان کو ان چار چیزوں سے فطرتاً محبت ہے۔

وطن ، مال ، اولاد ، جان

۱۔ ہمیں وطن سے پیار نہیں ؟

۲۔ ہمیں مال و زر سے الفت نہیں ؟

۳۔ ہمیں اولاد سے محبت نہیں ؟

۴۔ ہمیں اپنی جان عزیز نہیں ؟

یقیناً ہر ایک شخص کو یہ چاروں چیزیں دل سے پیاری و محبوب ہیں۔ لیکن ان چاروں کی محبت اور الفت میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے۔ اور ایک مقام پر جا کر کو ایک دوسرے پر ایک دوسرے کو قربان کر دیا جاتا ہے۔ جیسے مال و دولت حاصل کرنے کے واسطے وطن کو ترک کیا جاتا ہے۔ اور "وطن" کو مال و دولت کی محبت پر قربان کر دیا جاتا ہے۔ اور "مال" کی محبت کو اولاد کی محبت پر فدا کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اولاد کی محبت کو جان کی محبت پر قربان کرنا پڑتا ہے۔ یعنی جب اپنی جان پر مصیبت آن پڑے تو اولاد کی محبت کو بھی انسان بھول جاتا ہے۔ اور یہ چاہتا ہے کہ ہر چیز تباہ و برباد ہو جائے۔ مگر میری جان سلامت رہے۔

آیئے! اب خود ہی فیصلہ فرمایئے کہ پیارے حضور علیہ السلام کیا جان کی جان نہیں؟

یقیناً سید دو عالم جانِ جہاں ہیں سبحان اللہ! سبحان اللہ! اعلیحضرت

فاضل بریلوی قدس سرہٗ کیا ہی خوب فرماتے ہیں

وہ نہ تھے تو کچھ بھی نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ بھی نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

جان اور ایمان

سبحان اللہ! سبحان اللہ! اعلیحضرت قدس سرہٗ العزیز کی شاعری بھی کیا ایمان افروز اور بجذبات سوز ہے کہ جب بھی آپ ذوقِ مستی میں شعر فرماتے ہیں۔ تو ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ غنچۂ دل مسکرانے لگتا ہے۔ اور روح وجد آور ہو جاتی ہے۔ خداوندِ قدوس لطیفی صاحب لولاک کے ان کی قبرِ انور پر انوار و تجلیات کی صبح و شام بارش کیا کرے اور جنت الفردوس میں ان کے درجاتِ عالیہ کو اور بلند فرمائے۔ آمین!

"ہاں" تو میں عرض کرنے لگا تھا کہ ہمارے لئے ایمان کیا ہے!

سنیئے! "ایمان" نام ہے اختیارِ رغبت و اطاعت کا اور حضور ہی کو ماننے اور جب ماننے کا ہمارے حضور ہی سبب ہیں تو سرتاپا ایمان و ایقان بلکہ "جانِ ایمان" ہیں۔ چنانچہ خود حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ

وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ۔

(رواہ بخاری مواہب الدنیہ صفحہ ۹۲ ج ۲)

تم میں سے کوئی صاحب ایمان و ارنہیں ہو سکتا جب تک کہ میں

اس کو ماں باپ اور اس کی اولاد سے اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں

گویا مسلمان وہ مسلمان ہے جو شہنشاہِ ارض و سماء کو کائنات کی ہر شے پر فوقیت عطا فرمائے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی اولاد۔ جان۔ مال۔ وطن۔ ماں۔ باپ پر مقدم سمجھے اور دولتِ ایمان کو جانِ ایمان سمجھ کر اپنی محبت کو ایمان کی عظمت و رفعت پر دیوانہ وار قربان کرے اعلیحضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
اور ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

نتیجۂ فکر انسان کتنا ہی بڑا عابد و زاہد کیوں نہ ہو جائے وہ مومن کہلانے کا مستحق نہیں بن سکتا جب تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو محبوب نہ رکھے۔ اور ان کی ذاتِ اقدس پر درود و سلام نہ پڑھے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

محبت عشق ہی ایک ایسی چیز ہے جو اتباعِ محبوب میں ثابت قدم رکھتی ہے۔ حضرت بلالؓ حبشی کی محبت حضرت اویسؓ قرنی کا عشق حضرت جنید بغدادیؒ کی تکریم حضرت حسن بصریؒ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت سیدنا معین الدین چشتیؒ کی سوزِ عشق اور حضرت قطب الدینؒ کاکی کی الفت حضرت فرید الدینؒ گنج شکر کی

عبادت حضرت نظام الدین کی اتباع سنت نے محبت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل آسمانِ معرفت کے گوہر نایاب بنادیا۔ ؎

پوچھے کوئی صہیبؓ و بلالؓ و حسنؓ سے یہ
حبِ نبیؐ سے زندگی کیسی سنور گئی

چہار سلاسل اولیاء ربانی رشد و [illegible] حضور کی محبت کے ذریعہ پروان پائے۔

[illegible]

اور ہر شئے سے [illegible]

کو تسلیم کرتے ہیں۔ وہ کامیاب رہیں گے۔

جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات اور ان کی ذات کو تسلیم نہ کریں وہ کتنے بے ذوق ہیں۔ چونکہ خود نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد گرامی فرمایا۔ "تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ اسے میرے ساتھ محبت نہ ہو۔"

گویا اسلام، ایمان والا اور مومن وہی لوگ ہیں جو کہ شہنشاہ امن وسلامتی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کائنات کی ہر شئے سے زیادہ محبوب سمجھتے ہیں۔ اور حضورؐ کی خاطر طرح طرح کی قربانیاں دیتے ہیں۔ پھر اس مقدس حقیقت کی ترجمانی ایک صاحبِ حال مردِ کامل اس طرح کرتے ہیں ؎

جان و دل اس شہِ لولاکؐ پہ قربان کیجیے
اس کے قدموں پہ تصدق ہو دل و جاں کیجیے

ہر تو کیا چیز ہے اک جاں کی حقیقت کیا ہے
لاکھ جاں فرشِ رہِ مقدمِ جاناں کیجیے

شوقِ دیدار

حکایت نمبر ۹

علی محمد صلوٰۃ الابرار

صلی علیہ الطیبون الاخیار

قد کان قواما بکی بالاسحار

یا لیت شعری والمنایا اطوار

ھل تجمعنی وحبیبی الدار

(رحمۃ للعالمین ص ۲۴۲ ج ۲)

حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ابرار کے درود ان پر طیبوں واخیار پر درود پڑھ رہے ہیں۔ آپ راتوں کو جاگنے والے سحر کو رونے والے تھے۔ موت تو بہتر کی طرح آتی ہے۔ کاش مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد مجھے حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوگی۔"

حضرات اب مجھے شوقِ دیدار کے متعلق عرض کرنا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی پُرشوق نگاہیں جمالِ مصطفیٰ کی طلبگار تھیں۔ اور وہ مقدر رکھتی تھیں جب جمالِ یار کو دیکھتیں۔ کائنات تو کیا کون و مکان کی تمام تر رعنائیاں سمٹ کر نقشِ جمالِ مصطفیٰ کے دامن مراد میں سمٹ جاتی تھیں۔ اور وہ نفوس حق اس نظرہ

سرمدی میں سرشار ہوکر مست و الست رہتے۔ اگر انہیں جمالِ یار نظر نہ آتا تو وہ تڑپ اٹھتے۔ صبر و ضبط کی تاب نہ رہتی۔ ان پاک لوگوں کی زندگی کا فقط نصب العین یہی تھا کہ جمالِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بار بار دیکھا جائے ایک ایسا ہی ایمان افروز واقعہ سنیئے اور سننے سے پہلے درود شریف پڑھیئے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یاحبیب اللہ

دورِ فاروقی رضی

امیر المومنین سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ خلافت تھا آپ راتوں کو اہلِ مدینہ کی خبر گیری کے واسطے چوہدری جیسے حسب معمول گشت پر جایا کرتے تھے خدا کا کرنا۔ اندھیری رات تھی ہر طرف گھپ اندھیرا عالم طاری تھا یا دھر کے تند و تیز جھونکے چل رہے تھے۔ اور خلیفۃ المسلمین جانشین سید المرسلین اپنے غلام کے ہمراہ گشت کرتے کرتے بہت دور مدینۃ الرسول کے آخری حصار کی طرف پہنچ گئے۔ اور قریب ہی ایک خدا کی محبوب بندی کی دردناک آواز قفسِ سکوت کو چیرتی ہوئی بلند تر ہوتی گئی۔ اور وہ صدا کیا تھی ....؟

حزن و ملال سے پُر غم ...... ز دردوں سے معمور ...... اور داستانِ غم کی مکمل عکاسی کرتی تھی یعنی دیدارِ محبوب کی خواہش اور حسرت و یاس کے عالم میں مجبور ہوکر اور دیدار شوق کی جستجو و طلب میں زبانِ حال سے وہ یہ کہہ رہی تھی۔

علیٰ محمدٍ صلوٰۃ الابرار

صلّی علیک الطیبون الاخیار

یعنی اسے عظمت و جبروت کے دائمی مالک و خالق سب عالم مالک گوشہ ہادی سُبُل

علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہر ذرے کے درود و سلام بھیج"۔

مسلمانوں کا مقام محبت بھی عجیب ہوتا ہے۔ اور محبت کے دیوانوں کا بس یہی شغل ہوتا ہے۔ کہ ہر گھڑی خصائل محبوب کی تعریف کی جائے۔ انہیں پکارا جائے۔ اُن سے مدد مانگی جائے۔ اور انہیں کے ہو رہیئے۔ اور ہر ایک صاحب لگن نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور دلی جذبات ظاہر کئے ہیں۔ اعلیٰحضرت احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز بھی اپنے رنگ عشق میں یکتا تھے۔ آپ اپنے ذوق میں یوں بارگاہ حسن و عشق میں رطب اللسان ہوئے۔

کعبے کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود
شافع روز جزا تم پہ کروڑوں درود
دافع جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود
جان و دل اصفیاء تم پہ کروڑوں درود
آب و گل انبیاء تم پہ کروڑوں درود
لائق تو یہ دوسرا دوسرا جس کو ملا
کوشک عرش و دنیٰ تم پہ کروڑوں درود
اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

جذبۂ عشق

ہاں تو میں مقبول بندی کا ذکر بیان کر رہا تھا۔ کہ وہ بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز تھی اور زبان سے محبوبِ اکبر علیہ السلام کا ذکر انور کرتی اور بار بار کہہ رہی تھی۔ "اے رسولوں کے بھید جاننے والے مجھ دکھی کی آہ و فریاد سُن لے"۔ چنانچہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ مقدس آہ و زاری سُنی تو آپ کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔ اور پھر یک دم محبتِ رسول کے مقدس جذبہ سے مغلوب ہو کر برسات کی مانند آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ دل کی بے تابی بڑھنے لگی۔ یادِ رسول ستانے لگی۔ اور شبِ ہجراں لمبی ہونے لگی۔ عقیدت و محبت کے جذبات مچلنے لگے۔ ضبط و تحمل کی تاب نہ رہی۔ تو اس مقدس عورت کے دروازے کے قریب ہی دلِ مضطر کو پکڑ کر بیٹھ گئے۔ لوگ زبان سے محبوب پاک کے اوصاف و کمالات کو یاد کرتے اور صبر و ضبط کی جب تاب نہ رہی تو کافی عرصہ صاحبِ فراش بھی رہے۔ جیسا کہ حضرت شہبازِ طریقت مدظلہ العالی بھی انہیں جذبات مقدسہ کا اپنی غزل میں یوں اظہار کرتے ہیں۔ ؎

کہہ نہ سکے لب و دہن ان سے جو داستانِ عشق
میری نگاہ بن گئی بزم میں خود زبانِ عشق

جلوے تیرے جمال کے ارض و سما میں ہیں نہاں
پردے حجابِ حسن کے لیتے ہیں امتحانِ عشق

تو رہے میکدہ رہے گردشِ جام جم رہے
مجھ کو نہ بھول ساقیا میں بھی ہوں ترجمانِ عشق

محبتِ رسول میں سرشار ہو کر اور دامنِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وابستہ ہو کر ہم یقیناً عظمت و اقبال کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ سکتے ہیں۔ ورنہ ہم اس دورِ ملحدانہ میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ حضور سید یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس کون و مکان کے لئے آفتابِ رشد و ہدایت کا حکم رکھتی ہے۔

ایمانی ضیاء

مسلمانو! جس طرح شمس و قمر کی شعاعیں اس مادی عالم کی تمام ظلمتیں کو دور کرنے اور اس کی بقا و ترقی کے لئے حرارت و روشنی مہیا کرتی ہیں اسی طرح نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ انور تمام کائنات کے لئے انوار و تجلیات و رحمۃ للعالمین کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور حضور کی محبت و عظمت تمام کائنات کے انسانوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ آپ شمعِ رحمانی ہیں اس قندیلِ الٰہی کی اذکر نیز جس قدر شدت کے ساتھ انسانی قلوب و ارواح پر پڑیں گی۔ اسی قدر کثرت کے ساتھ تم رتبۂ مقدس میں مادی، اخلاقی اور روحانی ترقیاں ظہور پذیر ہوں گی۔ جیسا کہ خود خدائے قدوس نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا:

ورفعنا لک ذکرک "محبوب ہم نے آپ کے ذکر کو بلند فرما دیا"

اعلیٰحضرت امام اہلسنت قدس سرہ العزیز شانِ رسالت میں فرماتے ہیں۔

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر

بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا

شمعِ حقیقت

بھائیو! یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ محبتِ نبوی کی شمع فروزاں ہونے کے بعد میری ہستی یا شیعوں نہ صرف کہ منور [illegible] اور [illegible] شریف کی [illegible] پر یہ بات ہمیشہ سے مشہور ہے [illegible] اثر کرتی ہے [illegible]

صلی اللہ علیہ وسلم اور عشق حبیب کی تجلیوں میں پناہ پکڑیں۔
اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں :۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا
اُف رے منکر یہ بڑھا جوشِ تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کمبخت کے ایمان گیا
جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

جذبۂ محبت

اے غیور مسلمانو! اور دینِ مصطفےٰ کے پاسبانو! افرنگی انسانیت پہ کیسے کیسے انداز سے لادینی قوتیں چھا رہی ہیں۔ اور آج فسق و فجور کے اندھیرے دیارِ غیر سے پھر انتہائی ہولناک طوفان کی صورت میں بڑھتے چلے آرہے ہیں۔

خدارا اٹھو! اپنی غیرت کو بیدار کرو۔ اور اسلاف کے نقوش کی اتباع کرتے ہوئے اپنے قلوب کو عشق مصطفےٰ علیہ السلام اور محبت رسول اللہ میں سرشار کرکے ادیانِ باطلہ کو پاش پاش کردو۔

اے عظیم ساتھیو! کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم عیش و عشرت کی رنگینیوں میں غلطاں ہو کر اپنے فرائض کو بھول جائیں اور جبر و استبداد کی ناپاک قوتیں ہمیں نیست و نابود کردیں

اے دینِ الٰہی کے پاسبانو! روحِ محمدؐ تمہیں سے متقاضی ہے۔ کہ میرے ناموس
وحرمت کے محافظو! خوابِ گراں سے اٹھو۔ ورنہ پھر کبھی بھی طلوعِ سحر نہ ہوگی۔
اے تہذیب وثقافت کے مردہ لاشو! اٹھو! اپنے حال کی رنگین یادوں کو
بھول جاؤ اور قرونِ اولیٰ کے اولیاء ربانی کے نقوشِ پا کی جستجو میں
سرگرداں رہو۔

اے دینِ محمدؐ کے رکھوالو! دامنِ مصطفےٰ کو مضبوطی سے تھام لو۔ پھر انشاءاللہ
قیصر وکسریٰ، روس وامریکہ، یورپ وفرانس، فلسطین وکشمیر! الغرض
کائنات کے ذرّے ذرّے پر اپنے فتح ونصرت کے پرچم گاڑتے ہوئے
کامیاب ہو جاؤ گے۔

نتیجۂ فکر

معلوم ہوا حضورؐ پاک سے محبت کرنا صحابہ کرام کا جزوِ ایمان
تھا اور حضورؐ کے دیدارِ انور کی خواہش کرنا عین اتباعِ صحابہ
کرام ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حاکمِ اعلیٰ کا اولین فرض یہی ہوتا ہے کہ اپنی رعایا کی
خبرگیری کرے۔ اور ان کے احوال کی مکمل پاسبانی کرے۔ کیونکہ یہ سیدنا فاروقِ
اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنّت ہے۔ اور جو لوگ اپنے بزرگوں کے افعال و
اقوال کو چھوڑ کر اغیار کی تقلید کریں وہ کتنے بے بہرہ ہیں۔ اور حضور علیہ السلام
کو ہر گھڑی یاد رکھنا ان کا ذکرِ خیر کرنا سنّتِ صحابہ ہے۔ جو لوگ ہمیں ذکرِ
حبیبؐ سے منع کریں۔ وہ کتنے تنگ دل ہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سیدنا فاروقِ اعظمؓ خالقِ کائنات کے مقبول بندے
اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے نگہبان تھے۔ اور وہ لوگ جو سیدنا عمرؓ سے عداوت و
بغض رکھیں گویا انہوں نے خدا تعالیٰ اور حضور علیہ السلام سے بغض رکھا ہوا ہے۔

حکایت نمبر ۱۰

دُنیا کی مثال

جابرؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بکری کے ایک مُردہ بچے کے قریب سے گذرے تو اپنے اصحاب سے فرمایا! تم میں سے کوئی اس بچے کو ایک درہم میں لینا پسند کرے گا؟ صحابہؓ نے عرض کیا! ہم اس کو کسی چیز کے عوض بھی لینا پسند نہیں کرتے۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا! "بخدا یہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ جتنا ذلیل تمہارے نزدیک بکری کا یہ مُردہ بچہ ہے۔" (مسلم)

حرفِ مدعا

آج کل انسان کائنات کی رنگینیوں اور رعنائیوں میں بُری طرح کھویا ہوا ہے۔ اور جا رہا ہے وہ شاید زندگی کی لذتوں کے اندر گم ہو کے رہ گئے ہیں۔ ہر شخص غم خوشی کے دام میں پھنسا ہے۔ ہماری دنیا ترتیب و تہذیب کی نذر ہو گئی ہے۔ ہر شخص عیش و عشرت کے رنگین خوابوں میں مستغرق نظر آتا ہے۔ اور امیر و غریب سب ہی اپنی خواہشات کے پیچھے دوڑتے پھر رہے ہیں۔ حالانکہ دنیا کسی کی دوست نہیں۔ اور ہم لوگ دنیا کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ حالانکہ خود دنیا مردار

کی تمثیل ہے"۔ ہماری دنیا عیش و عشرت۔ دولت و ثروت۔ اور رنگینیوں، دلفریبیوں
کی ایک سدا بہار گلزار ہے۔ اس گلزار دنیا میں ہر غنچہ، ہر کلی اور ہر گل پژمردہ ہے۔
ور اس کے رنگین پھولوں کو بھی نہ ثبات ہے۔ نہ قرار ہے۔ نہ دوام ہے۔
اور نہ ہی سکون ہے۔ اس کے برعکس پھر دنیا کیا ہے؟

غور فرمایئے! لفظ "دُنیا" خود دنائت سے مشتق ہے۔ جس کے
لغوی معنی یہ ہوتے ہیں "ذلت و کمینگی" یعنی ذلت و رسوائی اور کمینگی کی
جائے پناہ۔ اب آپ خود ہی اندازہ لگائیے کہ یہ دنیا پھر کیا ہے؟

اس کے متعلق جناب امیر رحمۃ اللہ علیہ یوں رطب اللسان ہوئے ہیں۔ ؎

دنیا ہے ایک میکدۂ بے خودی امیر
سب مست ہیں کسی کی کسی کو خبر نہیں

گویا اہل دنیا کے گنتے شراب خانوں میں رواں دواں ہیں۔ ور ساغر جم کے دور
چل رہے ہیں۔ سبھی شراب کے نشے میں مدہوش ہیں۔ اور یک دوسرے سے
لگ تھلگ ہیں۔ اور یک دوسرے کے احوال کی کسی کو کچھ خبر نہیں۔

ہماری حالت

مطلق او اس عیش و نشاط کے لئے آنکھیں دور بین ہمارے
کان۔ ہمارے دل اتنے بے حس ہو چکے ہیں کہ قرآن و
حدیث اور اقوال اولیاء ربانی کے نورانی نغموں کی سرمدی لہریں ان پر اثر
انداز نہیں ہو رہی۔ خدا و رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کا دم بھرتے ہیں۔ اور
[illegible]
[illegible]

"کیوں؟"

یہی ناکہ ہم دنیا کی دلفریبیوں اور رنگینیوں میں مبتلا ہیں۔ اور قرونِ اولیٰ کے اولیاء ربانی کے افعال و اقوال کو چھوڑ کر افکارِ غیر کی طرف گامزن ہو گئے۔ جس کے سبب ہم پر قہرِ الٰہی نئے نئے روپوں میں آرہا ہے۔

اور ہمارا یہ دور اسلامی دور نہیں بلکہ یہ دریچوں۔ محرابوں۔ دیواروں چلمنوں کی آرائش کا دور ہے۔ اس دور کی جتنی ہم خدا اور حضورِ پاک سے قرآنِ مقدس سے صحابہ کرام سے۔ اولیاءِ عظام سے۔ مذہب سے۔ قوم و ملت سے۔ اور انسانیت سے بہت دور اور دور ہیں۔ امریکہ، روس۔ چین یورپ اور فرانس کی گود میں جا چکے ہیں عیشِ دنیا اور متوالی کے مزے لوٹنے کے لئے اور تہذیب و تمدن کے داعی بننے کے لئے نہیں! نہیں! بلکہ انسانیت اور سلامتی کی راہوں کے چراغ اتارنے کے لئے آفتاب مشرق پر صبح نکلے گا۔ تارے ہر رات آسمان پر چمکیں گے۔ اور گلستانوں میں ہر روز نسیم سحر کے جھونکوں سے پھول مہکیں گے غنچے ہر روز کھلیں گے۔ اور نعمتیں و انعام الٰہی کی فراوانیاں دن بدن ترقی کرتی جائیں گی۔

بزرگو! دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے۔ لیکن بدبختوں نے اسے امن و سکون راحت و مسرت کا گہوارہ تسلیم کیا ہوا ہے۔ ایک دنیا پرست شاعر یوں کہتا ہے۔ ؎

دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز وہ کم نہ ہوں گے
چرچے یہی رہیں گے افسوس ہم نہ ہوں گے

اس کے برعکس ایک مردِ مومن کا ایمان و عقیدہ حقیقت و صداقت پر اس طرح مبنی ہے ؎

دُنیا کے جو الم ہیں ہرگز وہ کم نہ ہونگے
صدمے یہی رہیں گے صد شکر ہم نہ ہونگے

مجموعۂ غم

بھائیو! یہ دنیا کیا ہے۔ اس کے متعلق سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ اَلدُّنْیَا دَارُ الْمِحْنَۃِ وَالْبَلَاءِ
اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَطَالِبُهَا كِلَابٌ اَلدُّنْیَا كُلُّهَا غُمُوْمٌ

بے شک دنیا ملعون ہے۔ دنیا محنت اور بلا کا گھر ہے۔ دنیا مردار ہے اور اس کا طالب کتا ہے۔ دنیا مجموعۂ غم و مصائب ہے۔

گویا احادیث صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ معلوم ہوا کہ دنیا کے چاہنے والے ذلیل و خوار ہیں۔ اور دنیا میں ہر طرف بدامنی و بے چینی کا دور دورہ ہے۔ دنیا مصائب، رنج و آلام کا گھر ہے۔ دنیا سراپا بغض و حسد کا آتشکدہ ہے۔ اور دنیا کے چاہنے والے سگ سے بھی بدتر ہیں۔

چنانچہ اسی دنیا کے متعلق چند ایمان افروز اشعار بھی ایک صاحب دل شاعر کی زبانی سننے چاہیئے۔

شعر

حسرتوں کا مزار ہے دنیا
کارواں کا غبار ہے دنیا

عمر برق و شرار ہے دنیا
کتنی بے اعتبار ہے دنیا

داغ سے کوئی دل نہیں خالی
کیا کوئی لالہ زار ہے دنیا
ہر جگہ جنگ ہر جگہ ہے نزاع
عرصۂ کارزار ہے دُنیا
گرچہ ظاہر میں صورتِ گل ہے
پر حقیقت میں خار ہے دُنیا
ایک جھونکے میں ہے اِدھر سے اُدھر
چار دن کی بہار ہے دُنیا
جیتے جی ہیں غریب اس میں دفن
بے کسوں کا مزار ہے دُنیا
کوئی راحت میں کوئی زحمت میں
مظہرِ نور و نار ہے دُنیا
رقص بالجبر ہے ہر ایک پتلی کا
شعبدہ گر کی تار ہے دُنیا

زندگی نام رکھ دیا کس نے
موت کا انتظار ہے دُنیا

گل و بلبل بھی جس سے ناخوش ہیں
وہ فریب بہار ہے دنیا

نتیجۂ فکر

دنیا کی لذات و خواہشات انسان کو ذکر الٰہی سے غافل کر دینے والی ہیں۔

دُنیا سے فارغ البال وہی نفوس ہیں جو دنیا کے عیش و عشرت سے بے خبر ہیں۔

دنیا۔ رزم گاہِ ظلمت و ضلالت اور فسق و فجور ہے۔ اور معلوم ہوا کہ مختارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق کہ دنیا ایک مردہ بکری کا بچہ کی سی ہے۔ جو اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ مردار ہیں۔ دنیا کی دنیا سے وہی بچا جو یادِ الٰہی اور ذکرِ مصطفےٰ میں محو رہا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا کے متلاشی اندھے کنوئیں کی طرح حرص و ہوا کی باندھے پھر رہے ہیں

نفس کی خواہش میں جب تو غرق ہے
تجھ میں اور سگ میں بھلا کیا فرق ہے

گویا آنحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ دنیا مردار ہے۔ اور اس کے طالب کتا ہے۔ یعنی ان الفاظ پر غور فرمایئے

آپ حضور نے کتّا فرمایا ہے۔ کوّا نہیں فرمایا۔
حالانکہ کوّا بھی مردار ہی کھاتا ہے اور کتّا بھی۔ لیکن اس حدیث پاک
میں کچھ حکمتیں ہیں۔

۱۔ کوّا مردار کا صرف گوشت ہی کھاتا ہے۔ اور ہڈیاں چھوڑ دیتا ہے
اسی طرح دنیا کا عاشق بھی دنیا کی ہڈی تک نہیں چھوڑتا۔

۲۔ کوّا مردار پر دن کو جھپٹتا ہے۔ رات کو آرام کرتا ہے۔ مگر کتّا رات
دن مردار پر جھپٹتا ہے۔ اسی طرح طالب دنیا رات دن دنیا پر
مائل رہتا ہے۔

۳۔ کوّا مردار کو دیکھ کر شور مچاتا ہے۔ اور اکیلا ہرگز مردار نہیں کھاتا اپنے
بھائی بندوں کو بھی بلاتا ہے۔ مگر کتّا مردار کھاتے وقت کسی کتّے کو قریب
بھی نہیں آنے دیتا بلکہ غصّہ سے اس پر جھپٹتا ہے۔ اسی طرح دنیا کا طالب
بھی یہی چاہتا ہے کہ اکیلا ہی دنیا کا مالک بنا رہے۔

۴۔ کوّا مردہ کوّے کا گوشت ہرگز نہیں کھاتا ہے۔ یعنی اپنے بھائی بندوں
کا گوشت نہیں کھاتا مگر کتّا کتّے کا گوشت اور ہڈیاں بھی چٹ کر جاتا
ہے۔ کتیا اپنے بچوں کو بھی مار کر کھا جاتی ہے۔ اسی طرح طالب دنیا اپنے
بھائیوں کا مال۔ یتیموں کا مال اور ناحق مال کھانے میں رات دن
دریغ نہیں کرتا۔ یہی وجوہات تھیں کہ عالم ما کان و ما یکون
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طالب دنیا کو کتّا کہا۔"

نورانی کمال

حکایت نمبر ١١

حضرت حبیب بن فدیک رضی اللہ عنہ کے والد فرط اشی سال کے تھے۔ اور بالکل نابینا ہو چکے تھے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

إِنَّ أَبَاهُ خَرَجَ بِهِ إِلَىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک دن حبیب بن فدیک رضی اللہ عنہ کے باپ اپنے بیٹے کے ہمراہ شہنشاہ ارض وسما علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے اور حضور پُر نور کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنی نابینا آنکھیں رحمۃ للعالمین کے سامنے پیش کیں۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ انہیں کیا ہوا۔

انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں مگر ایک دن ایک سانپ کے انڈے پر میرا پاؤں پڑ گیا اسی وقت دونوں آنکھیں اندھی ہو گئیں۔

فَنَفَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَيْنَيْهِ فَأَبْصَرَ فَرَأَيْتُهُ يُدْخِلُ الْخَيْطَ فِي الْإِبْرَةِ

حضور علیہ السلام نے ان کی آنکھوں میں اپنا تھوک مبارک ڈالا تو وہ فوراً دیکھنے لگے۔ اور نظر اس قدر تیز ہوگئی کہ سوئی میں دھاگا ڈال لیتے تھے۔

{نشر الطیب صـ۲۰۵ حجۃ اللہ علی العالمین صـ۳۴۲
خصائص کبریٰ صـ۱۶ جلد ۲}

اظہار عقل

گلشن کائنات میں ایک نرگس کا پھول ہوتا ہے۔ جو بالکل آنکھوں سے مشابہت رکھتا ہے۔ نرگس کی آنکھیں بے نور ہوتی ہیں جو کبھی بھی جھپکتی نہیں۔ اور حضرت انسان کی آنکھیں کبھی سبب سے بے نور ہو جائیں تو زندگانی کی تمام راہیں بند ہو جاتی ہیں۔ کائنات کی رنگینیاں اور دلفریبیاں نظر نہیں آتیں ہر طرف حیات تنگ ہو جاتی ہے۔ دوسری پر غم و اندوہ کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ آنکھیں پتھرا جاتی ہیں۔ راستے نظر نہیں آتے۔ وہ راہ مستقیم کی جستجو میں مارا مارا پھرتا ہے لیکن قدم قدم ٹھوکروں سے ہمکنار ہونا پڑتا ہے۔ دوسروں کا محتاج ہو کر دست نگر بننا پڑتا ہے۔ اگر کوئی سہارا نہ ملے تو راہ مقصود میں ٹکٹکی باندھے بے سود دیکھتا رہتا ہے جس طرح نرگسی پھول کی آنکھیں تا ابد دیکھ نہیں سکتیں اسی طرح اس نابینا شخص کی آنکھیں بھی دیکھ نہیں سکتیں نرگس کی آنکھوں میں ہر وقت ویرانی رہتی ہے۔ اسی طرح نابینا کی آنکھیں بھی ویران نظر آتی ہیں۔ الغرض مصائب و آلام میں ایک مددگار کی ضرورت ہوتی ہے۔ درد مصیبت کے وقت ہر کس و ناکس اپنے سہارے کو اپنے فریادرس کو اور اپنے ملجا و ماویٰ کو پکارتے ہیں۔ اگر کوئی سہارا ہو یا فریادرس ہو تو یقیناً وہ اس ناگہانی مصیبت میں دست گیری کرتے ہوئے اپنا دست کرم صاحب مصائب کی طرف بڑھاتا ہے۔ قدرت سلیم

کا بھی یہی تقاضا ہے۔ کہ ہر دکھی انسان کی مشکل و مصیبت کو حل کیا جائے۔

دستگیر کل

بزرگو! دستورِ فطرت کے اٹل قوانین کے تحت فریادرس
یقیناً مصائب و ابتلا کے وقت مشکل کشائی ضرور کرتا ہے
اور فریادرس کا کام ہی یہ ہے کہ زحمت و مصیبت کو دور کرے۔ اور
مصیبت و مشکل کے وقت دست گیری کرے۔ لہٰذا سید دو عالم علیہ الصلوٰۃ
والسلام دافع البلاء ہیں۔ اور کائنات کے تمام محور تمام کے لئے رحمتِ عالم
دستگیر پناہ۔ فریادرس۔ ملجا و ماویٰ بن کر تشریف لائے۔ یہ ہر مسلمان
کا یہی عقیدہ اور ایمان ہے۔ کتب احادیث میں ہزاروں ایسے واقعات
ملتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جمیع مسلمانوں کے درخشندہ ستارے
مصائب و آلام کے وقت حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ
عالیہ میں پہنچ کر اپنے مصائب و آلام کو بارگاہِ کون و مکان کے حضور
میں عرض و معروض کرتے تھے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان تھا
کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ رحمت و برکت ہے۔ جہیں پر مصائب و ابتلا
کا ازالہ ہوگا۔ اسی لئے صاحبِ قصیدہ بردہ شریف بارگاہِ حسن و جمال
میں یوں مخاطب الامان ہوتے ہیں ؎

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اے بہترین خلق علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مصیبتوں کے وقت آپ کے
سوا کسی کی پناہ میں جاؤں یعنی اہل مصائب کی جائے پناہ صرف یہ
آپ ہی کی ذاتِ مبارک ہے۔

رحمتِ عالم

مسلمانو! خالقِ کائنات نے رحمتِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ رحمت کے متعلق کیسے پیارے انداز سے فرمایا

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (پ ع)

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا۔ مگر رحمت سارے جہان کیلئے۔

گویا حضور علیہ السلام کی ذاتِ انور سراپا رحمتِ عالم ہے۔ آپ کے درِ رحمت پہ سبھی فریاد کرتے ہیں۔ کہ یا رسول اللہ آپ کے سوا ہمارا کوئی نہیں لِلّٰہ ہم گنہگاروں پہ نظرِ کرم کیجئے۔ یقیناً شہنشاہِ ارض و سما اپنے نام لیواؤں کی مدد فرماتے ہیں، اعلیٰحضرت کیا ہی ایمان افروز شعر فرمارہے ہیں۔

فریاد اُمتی جو کرے حالِ زار کی
ممکن نہیں کہ خیرِ بشر کو خبر نہ ہو

سبحان اللہ! سبحان اللہ! مسلمانو یہی مسلمان ہیں جو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مدد کیجئے۔ حتیٰ کہ مشکل کے وقت حضور علیہ السلام ہی کو پکارتے ہیں

تھانوی صاحب

مسلمانو! سنیئے! دیوبندیوں کے پیشوا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب بارگاہِ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مدد کے واسطے پکارتے ہیں۔ ؎

اور وہ لوگ جو حضور علیہ السلام کو اپنی مثل سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے یہ مقام غور ہے کہ صحابہ کرام تو درکنار ان کے پیشوا حضرت تھانوی صاحب خود حضور پاک کو مشکل کشا۔ فریادرس مانتے ہیں۔ اور حضور کی نظر کرم کے ملتجی ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا تھوک مبارک سراپا شفا ہے اور ہمارا تھوک سراپا وبا ہے۔ یعنی رحمت عالم کا تھوک سراپا شفا جس سے اندھے آنکھوں والے ہو جائیں۔ اور ہمارا تھوک سراپا وبا ہے۔

نیز حضرت پسینہ آتا ہے تو بدبو کے ڈبے میں جگہ جگہ بیٹھ جاتے ہیں۔ قسم کھیئے حضرت ان سے بدبو آتی ہے۔ گویا حضور کے تھوک سے نور پیدا ہوتا ہے۔ اور ان کے تھوک سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا حضرت جیسے کہ شفا دینے والے اور مرض اور شفا دینے والے مثل کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس موقع پر یہ بات خود سے سمجھ لیجئے کہ اگر کوئی شخص حضور کی مثل بننے لگے اور یوں کہنے لگے کہ ”حضور میری ہی مثل تو ایک بشر تھے“ انہیں لوگوں کے متعلق حضرت حجۃ الکاملین مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کیا خوب فرماتے ہیں

این خورد گردد پلیدی زین جدا

وان خورد گردد ہمہ نورِ خدا!

یہ بشر جو کچھ کھاتا ہے اس کی نجاست اور پلیدی بن جاتی ہے۔ اور سرور دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کچھ تناول فرماتے اس کا نور ہی نور بن جاتا ہے اللہ اللہ پھر مولانا یوں رطب اللسان ہوئے۔

این خورند اند ہمہ بخل و حسد! وان خورد گردد ہمہ نورِ احد!

یہ جو کچھ کھاتا ہے اس سے بخل و حسد ہی پیدا ہوتا ہے اور انہوں نے جو کچھ تناول فرمایا اس سے اللہ کا نور ہی ظاہر ہوا۔

أنّ إبراهيم عليه السلام رأى في المنام جنّة عرضها مكتوب على أشجارها لا إله إلا الله محمد رسول الله

(سیدنا خلیل اللہ نے خواب میں دیکھا کہ جنت کے درختوں پر توحید و رسالت (یعنی اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں) لکھا ہوا ہے۔

(تفسیر روح البیان ص ۱۸۸ ج ۲)

محسنِ کائنات

اللہ رب العزت کا کتنا عظیم احسان ہے کہ اس نے تعلیم امت کے واسطے منبعِ نور و ہدایت پیغمبر بے گماں۔ رحمۃ للعالمین مولائے ہر انس و جن۔ مالکِ لولاک علیہ صلوٰۃ و سلام عطا کیا جن کے نور کی ضیا پاشیوں اور علم و حکمت نے گمراہی کی گھٹاؤں سے باہر نکال کر انکو آسمان اوجِ ثریا پر بٹھا دیا اور حکمت و دانائی کے وہ رموز بتا دیئے کہ آج تک حکمائے زمانہ کی حیرت زدہ ہیں اور عقلِ انسانی اُن کے اوصاف و کمالات و اختیارات و

ہیں۔ ایک اور اہم بات سنیئے کہ ہمارے حضور تو کون و مکاں کے مالک و مختار ہیں۔ آپ کا ذکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جاری و ساری رہے گا۔

مسلمانو! زمانہ مٹ سکتا ہے۔ شمس و قمر۔ زمین و آسمان تباہ ہو سکتے ہیں۔ اور مشیتِ ایزدی کا نظام درہم برہم ہو سکتا ہے۔ لیکن ذکرِ مصطفیٰ ہر گھڑی و ہر آن بیا زیادہ ہوتا رہے گا۔ کیونکہ خود خدائے قدوس نے ارشاد فرمایا:۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۔ "اے محبوب ہم نے تمہارا ذکر تمہارے لئے بلند کر دیا ہے"۔

گویا جب کہ اوصاف و کمالاتِ مصطفیٰ کو بلند کرنے والا خود رب العزت خالقِ کائنات مصورِ فطرت۔ وحدہٗ لاشریک ہے تو اس وجودِ اقدس کو کون مٹا سکتا ہے۔ اور اُن کے ذکر کو کون بدبخت روک سکتا ہے۔ ع

ایں خیال است و محال است و جنوں

تعلیمِ ربانی — اے عاشقانِ محمدی کے متوالو سنیئے حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں یوں رطب اللسان ہوتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک دل کیا ہی پیارے انداز میں خطاب فرمایا ہے

رونقت را روز روز افزوں کنم

نام تو بر نقرہ و بر زر زنم

منبر و محراب سازم بہر تو
از محبت قہر من در قہر تو
چاکرانت ملک ہا گیرند و جاہ
دین تو گیرد ز ماہی تا بماہ
تا قیامت باقیش داریم ما
تو مترس از نسخ دین اے مصطفیٰ

یعنی اے محبوب تیری عزت اور شوکت کی شان بلند کرنے والا ہوں۔ اور مسجدیں تیرے نام پر تعمیر کروں گا۔ تیرے لئے منبر و محراب بناؤں گا۔ تیری محبت کے باعث تیرے دشمنوں میں اپنا غضب ظاہر کروں گا۔ تیرے خدام بڑے بڑے ملکوں پر قابض ہو کر عزت پائیں گے۔ اور تیرا دین زمین سے آسمان تک باقی رہے گا۔ اور تیرے دین کو ہم خود قیامت تک باقی رکھیں گے۔ پیارے

تو نسخ دین سے مت ڈر

گویا! حضور مرکز حسن و جمال اور مظہر حق کائنات ہیں اور حضور کی حکومت ارض و سما کے ذرے ذرے پر جاری و ساری ہے اور جو لوگ اس حقیقت کا انکار کریں۔ اب آپ ہی سمجھ لیجئے وہ کون ہیں؟

اسم محمد کا نام | جامع الخیر حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں۔ سنئیے!

وارد شدہ است کتابت اسم شریف او بر عرش و آسمان ہا

کانا ہیں) وہ نعمت عظمیٰ ہے جو اس جہاں میں بھی اور اس جہاں میں بھی کام آئے گی۔ غرضیکہ رونق بزم کائنات ان کے ہی دم قدم سے ہے۔ اور حضور جامع اوصاف و کمالات کے مظہر ہیں۔ یعنی جہاں خدا کی خدائی ہے وہاں مصطفےٰ کی بادشاہی ہے۔

اعلیٰحضرت اور حضور

مسلمانو! اس محبت رسول کے پیش نظر اعلیٰحضرت فاضل بریلوی بارگاہ حضور میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے زبانِ حال سے کہتے ہیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے

چنین و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

دہن میں زباں تمہارے لئے بدن میں ہے جاں تمہارے لئے

ہم آئے یہاں تمہارے لئے اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے

فرشتے خدم رسول حشم تمام امم غلام کرم

وجود و عدم حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے

کلیم و نجی مسیح و صفی خلیل و رضی رسول و نبی

عتیق و وصی غنی و علی ثنا کی زباں تمہارے لئے
اصالتِ کل امامتِ کل نیابتِ کل امارتِ کل!
حکومتِ کل ولایتِ کل خدا کے یہاں تمہارے لئے

تمہاری چمک تمہاری دمک تمہاری جھلک تمہاری مہک
زمین و فلک سماک و سمک میں سکہ فشاں تمہارے لئے

وہ کنزِ نہاں یہ نورِ فشاں وہ کن سے عیاں یہ بزمِ فکاں
یہ ہر تن و جاں یہ باغِ جناں یہ سارا سماں تمہارے لئے

یہ شمس و قمر یہ شام و سحر یہ برگ و شجر یہ باغ و ثمر
یہ تیغ و سپر یہ تاج و کمر یہ حکم رواں تمہارے لئے

نہ روحِ امیں نہ عرشِ بریں نہ لوحِ مبیں کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لئے

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضاؔ کی زباں تمہارے لئے

عظیم الشان مرحبا	مطلع ہوا یہ ایک عظیم الشان حقیقت و صداقت ہے۔

کہ ہمارے حضور وہ سب کچھ ہیں جس کا ہم اظہار نہیں کر سکتے۔ یعنی جس قدر آپ کی عزت و عظمت اور شان و رفعت ہے۔ اس قدر اور کسی کی نہیں۔ ہمارے حضور بے مثل و بے مثال ہیں۔ آپ جیسا نہ کوئی پہلے تھا اور نہ اب ہے اور نہ ہی اب کوئی اور ہوگا۔ آپ کی شان رسالت شان رحمت شان نبوت۔ اور شان محبوبیت کا ہر سو چرچا ہو رہا ہے۔ تو فرش پر ہے تو حضور کا چرچا۔ آسمان پر ہے تو حضور کا چرچا۔ شمس و قمر میں ہے تو حضور کا چرچا۔ نباتات و جمادات میں ہے تو حضور کا چرچا۔ شام و سحر میں ہے تو حضور کا چرچا برگ و شجر اور باغ و شہر میں ہے تو حضور کا چرچا غنچوں اور کلیوں میں ہے تو حضور کا چرچا۔ الغرض کائنات کے ذرے ذرے میں ہے تو حضور کا چرچا ہو رہا ہے۔ آج تک کسی شہنشاہ کسی بادشاہ کسی وزیر و امیر کا ایسا چرچا نہیں ہوا جتنا چرچا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہو رہا ہے۔ یہاں بھی اور وہاں بھی حضور کے نغموں۔ حضور کے کمالات و جمالات کا چرچا ہو رہا ہے۔ اعلیٰحضرت عظیم البرکت فرماتے ہیں

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام

کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے۔

رفعتِ ذکر

مسلمانو! انبیاء کرام کے گروہوں میں صحابہ کرام کی صفوں میں۔ اولیاء ربانی کی مجلسوں میں۔ علماء کرام کے واعظوں میں نعت خوانوں کے نغموں میں مسجدوں میں۔ مدرسوں میں۔ منبروں اور کلمہ و تشہد میں۔ نمازوں میں دعاؤں میں اذانوں میں قرآن کے سپاروں میں۔ کہکشاں میں ستاروں میں آفتاب و ماہتاب میں غنچوں اور کلیوں میں

گلستانوں میں حضور پرنور رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام نامی کا چرچا اور ڈنکا بج رہا ہے۔ مورخ اسلام جناب حفیظ جالندھری کیا ہی ایمان افروز شعر عرض کر رہے ہیں۔

وہ جن کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں

نمازی کی دعاؤں میں مؤذن کی اذانوں میں

نتیجۂ فکر سیدِ عالم یقیناً ارض و سما کے مالک و مختار ہیں۔ اور آپ کے اسم گرامی کا چرچا صبح و شام اکنافِ عالم میں ہو رہا ہے آپ کا نام حق کائنات کی ہر شے پہ لکھا ہوا ہے معلوم ہوا جد الانبیاء نے بھی خواب دعیاں میں لوح و کرسی و عرش اور جنت کے نور تمام پر نام محمد لکھا دیکھا۔

نیز ہمارے حضور ہر شئے کے مالک ہیں۔ لہٰذا فطرت سلیم کے مطابق جو مالک ہو اس کے پاس کیا چیز نہیں ہوتا ہے۔ خالق کل نے اپنے محبوب کو مالک کل مختار کل بنا دیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ہر کس و ناکس کے داتا و دا دین ہیں جسے جب چاہیں جتنا چاہیں دے سکتے ہیں۔ پھر جو آپ کو مالک و مختار تسلیم نہ کرے وہ کون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا

دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

دوسرا باب

گستاخِ رسول

حکایت نمبر ۱۳

منشورِ فطرت اگر چاہے تو ہر ایک کے گناہوں کو معاف کر سکتا ہے
لیکن سیّدِ عالم علیہ الصلٰوۃ والسلام کے دشمنوں اور گستاخوں کو کبھی معاف
نہیں فرمائے گا۔ اور انہیں طرح طرح کے مصائب و آلام میں مبتلا کرے گا۔ مذہب
عشاق کے نزدیک تو وہ ہرگز ہرگز مسلمان نہیں بلکہ پکا کافر و لعین ہے۔ اللہ تعالٰی
بے عملی و بد فعلی کو معاف کر دیتا ہے۔ مگر گستاخِ رسول کو معاف نہیں فرماتا اس
نظریہ کو خالقِ کائنات خود ہی فرماتے ہیں۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! چھوڑ دیجئے ان جھٹلانے والوں کو:
یعنی آپ تو یا رسول اللہ! سراپا رحمتِ عالم ہیں۔ لہٰذا ایک طرف کو ہٹ
جائیے میں خود ہی ان بے دینوں۔ ظالموں۔ گستاخوں کو ایک عبرت ناک سزا
دوں گا۔ ایسے ہی ایک گستاخِ رسول کی حکایت حضرت قدوۃ الدین۔ برہان
العاشقین مولائے روم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس حکایت سے عبرت حاصل
کیجئے۔

کپڑے جو مخلوق کے تھا پھاڑتا

اس کا جامہ خود ہی آخر پھٹ گیا

اس کا منہ قدرت نے ٹیڑھا کر دیا

نام احمد سے مسخر جس کو تھا

کی گذارش اے محمد عفو کر

تو تو ہے علم لدن سے بہرہ ور

جہل سے تھا تجھ سے نفرت کر رہا

قابلِ نفریں ہیں لیکن آپ تھا

یعنی! اس گستاخ مصطفےٰ نے ساقی کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام انور ٹیڑھا منہ کر کے لیا تو خالق کائنات نے اس کا منہ ویسا ہی ٹیڑھا ہی کر دیا

نتیجۂ فکر

جس کی کرتا ہے خدا پردہ دری　　　دیتا ہے الزام نیکوں کو وہی

---

(۱) دفتر دوم ترجمہ مثنوی شریف صفحہ ۹۵

حصّہ عظیم

حکایت نمبر ۱۴

والی لولاک مصدق و مصدّقِ عظیم پیغمبراں ہیں۔ انجیل مقدس میں آپ کا اسم گرامی موجود تھا۔ نصرانیوں کا ایک گروہ اہل رشد تھا۔ اور یہ لوگ جب بھی انجیل مقدس کی تلاوت کرتے تو نبی اکرم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم پاک چومتے اور ادب و تعظیم کے تحت اپنے سروں کو جھکا دیتے۔ اور جب بھی ان پر مصائب و ابتلا کا دور آیا۔ یعنی ایک ظالم و جابر وزیر نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا اور راہی صفحۂ دہر سے مٹانے لگا تو وہ ڈر گئے انہوں نے بارگاہ الٰہی میں سر جھکا کر شہنشاہ لولاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی کو خدائے واحد کے حضور پیش کیا اور ان کے واسطے سے دعا کی کہ مولائے کریم اس نام اقدس کے طفیل ہمیں اس مصیبت و مشکل سے بچا۔ خدائے رؤف و رحیم نے توسلِ مصطفیٰ ان پر بڑا خاص فضل و کرم کیا۔ اور انہیں اس فتنہ عظیم سے محفوظ کر لیا عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت کو بیان فرماتے ہیں۔

درج تھا انجیل میں نامِ نبیؐ | سرورِ پیغمبراں ند صدر دی
اس کے حلیے اور صورت کا تھا ذکر | روزہ و جنگ و غنیمت کا تھا ذکر
بعض نصرانی جو تھے اہلِ نظر | جب پہنچ جاتے ان کے نام پر

نام کو دیتے تھے بوسہ چوم کر — وصف سنتے مست ہو تے جھوم کر

اس لڑائی میں تھا جس کا ذکر ابھی — فتنے سے بے خوف تھے یہ آدمی

سب کے شر سے تھے یہ محفوظ کہ وہ — لے چکے تھے نام احمد کی پناہ

نسل بھی ان کی بہت بڑھتی گئی

نور نے احمد کے نصرت اُن کو دی

(مثنوی شریف کا ترجمہ الہام منظوم ص۸۵)

نتیجۂ فکر

نام احمد میں یہ ہے یاری تو یار

نور اس کا ہو گا کتنا مددگار

نام احمد جب ہے اک پختہ حصار

ذات کو ہو گا نہ جانے کیا وقار

یعنی نام مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ایسا مضبوط قلعہ ہے جو کہ ہر شر و مصائب کو آنے نہیں دیتا۔ تو پھر وہ ذاتِ گرامی جو کہ عین نور و نور رہے پھر کیوں نہ دافع البلاء اور مشکل کشا ہو گی'

آئینہ حق تعالیٰ

حکایت نمبر ۱۵

حضور کون ومکاں علیہ الصلوٰۃ والسلام شمعِ محفل تھے اور صحابہ کرام رضوان
اللہ علیہم شمعِ حق کے گرد اگرد پروانوں کی طرح جمالِ محمدی میں مستغرق تھے۔ محویت
کا سہانا عالم طاری تھا۔ نور وتجلیات کی ضوفشانیاں سبھی پر نازل ہو رہی تھیں۔
اتنے میں ناموسِ مصطفےٰ کا بدترین دشمن ابوجہل دربارِ حسن میں کشاں کشاں
چلا آیا۔ اور رخِ مصطفےٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی حضور پاک کی توہین کرنے
کے انداز میں زبانِ حال سے بکنا شروع کیا۔ اور کہنے لگا " اے محمد (علیہ الصلوٰۃ
والسلام) میں نے تمہارے جیسا کوئی بدصورت انسان نہیں دیکھا۔ حضور انور
نے فرمایا تو نے سچ کہا اور پھر اتنے میں رفیقِ سفر صادق الصادقین حضرت
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ انہوں نے آتے ہی فرمایا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے مغرب ومشرق میں آپ جیسا کوئی حسین
وجمیل نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ تم نے بھی سچ کہا۔ اور پھر صحابہ کرام رطب
اللسان ہوئے۔ کہ حضور آپ نے دونوں کو سچا ہی فرما دیا۔ اس کی وجہ کیا؟

زبانِ نبوت گویا ہوئی۔ کہ دوستو میں آئینہ حق تعالیٰ ہوں جس نے
مجھ جیسا دیکھا۔ اس نے ویسا ہی پایا۔ چنانچہ مولائے روم حضرت قدوۃ العارفین
رضی اللہ عنہ مثنوی شریف میں اس حکایت کو لکھتے ہیں۔

[illegible]

دیکھکر احمد کا روئے پر ضیا | جہل سے بوجہل یوں کہنے لگا
سب سے بدتر ہے نبی ہاشم میں تو | کیوں حسین مشہور ہے عالم میں تو
آپؐ نے فرمایا ہے جو کو یقیں | تو بجا کہتا ہے اور تھوڑا نہیں
دیکھکر صدیقؓ نے پھر یہ کہا | آفتاب دو جہاں تو ہے شہا
چہرہ روشن ہے ایسا پر جمال | بدر کامل ہو مقابل کیا مجال
سرور عالم کا یوں ارشاد تھا | تو نے بھی صدیق ابا کل سچ کہا
یہ کہا یاروں نے ہو کے باادب | اے نبی حیران ہیں ہم سب کے سب
آپ نے دونوں کی کیوں تصدیق کی | راست دونوں ہو نہیں سکتے کبھی
آپ نے فرمایا اے یاران دیں | آئینہ بھی دیکھے ہو یا نہیں
ہر کوئی جیسا ہے دکھلاتا ہے وہ | یہ سبق تم سب کو سکھاتا ہے وہ
اے عزیزو دیں بھی ہوں وہ آئینہ | عکس دیتا ہے دلوں کا جو دکھا

(در منظوم اردو ترجمہ مثنوی صفحہ ۲)

نتیجۂ فکر

نور حق سے جنکے دل معمور ہیں | ان کی نظروں میں محمد نور ہیں
اور جن کے دل ہوئے تاریک تھے | وہ کہیں احمد کو مثل اخی البشر

اولادِ مصطفےٰ (حکایت ۱۲)

قَالَ ابْنُ الْحَاجِّ اُمَّتُهٗ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَقِيْقَةِ اَوْلَادُهٗ لِاَنَّهُ السَّبَبُ لِاِنْعَامِ عَلَيْهِمْ بِالْحَيَاةِ السَّرْمَدِيَّةِ وَالْخُلُوْدِ فِي دَارِ النَّعِيْمِ فَحَقُّهٗ اَعْظَمُ مِنْ حُقُوْقِ الْوَالِدَيْنِ

حضرت ابن الحاج نے فرمایا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت درحقیقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہے۔ اس لئے کہ حضور علیہ السلام ہی کے سبب ابدی زندگی کا انعام ملا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے صدقے وہ جنت میں رہے گی۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حق ماں باپ کے حق سے کہیں بڑھ کر ہے۔

(جواہر البحار صفحہ ۵)

نتیجہ: عقیدت و محبت اور ترتیبِ سلوک کے مطابق بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حق ہم پر اپنے ماں، باپ، اولاد، وطن، جان و مال اور کائنات کی ہر شئے سے زیادہ ہے۔ اور ذاتِ مصطفےٰ پر ماں باپ اور کیا زمین و آسمان کی ہر شئے کیوں نہ قربان ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام اور اولیاء عظام نے حضور علیہ السلام کے ہو کے رہ گئے اور آپ کی خاطر اپنی جان و مال و دولت غرض سب کچھ قربان کر دیا۔ کہ آپ کی خوشی پر دل و جان سے ملی رہے

اور اُن مقبولانِ حق کا فقط یہی نعرہ تھا۔ ؎

رسول اللہ پہ صدقے جان اپنی
یہ فانی زندگی قربان اپنی

مسلمانو! کتنے بے ادب ہیں وہ لوگ جو ساقیٔ کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کرنے سے کبھی باز نہیں آتے۔ اور تحریراً و تقریراً یہی کفریہ جملے بکتے رہتے ہیں۔

"رسول کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کیجئے"

اَستغفر اللہ! استغفر اللہ! کتنے ناعاقبت اندیش ہیں وہ لوگ جنہیں پاسِ خدا اور پاسِ مصطفیٰ بھی نہیں رہا۔ حالانکہ آج بھی خطروں، پریشانیوں، مصیبتوں۔ اور سخت سے سخت آزمائشوں کے وقت بھی آقائے رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ظاہری اور باطنی رہبری و دستگیری فرماتے ہیں۔ کیا یہ امت پر آپ کی شفقت۔ ماں باپ سے زیادہ نہیں؟ ہے اور یقیناً ہے۔ ماں باپ تو ایک طرف کسی حکومت اور کسی سوسائٹی نے بھی سرورِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے اشارات یعنی مرنے اور جینے کے۔ رہنے اور سہنے کے کھانے اور پینے کے۔ چلنے اور پھرنے کے۔ حکومت اور عدالت کے اور معاشی و تمدنی۔ نہیں بتائے۔ معلوم ہوا آپ کو اپنی امت کے ساتھ اولاد سے کہیں زیادہ پیار و محبت ہے اور یقیناً تمام امت۔ ساقیٔ کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی اولاد ہے۔ اور اولاد بھی اولاد ہے۔ اور مسلمان وہی مسلمان ہے۔ جو آپ کو سب سے اعلیٰ و بالا سمجھے۔ اور کسی حال ہی میں بھی خدا اور مصطفیٰ کا دامن مصطفیٰ نہ چھوڑے۔ اگر دنیا بگڑتی ہے تو بگڑے۔ حکومت بگڑتی ہے تو بگڑے سوسائٹی بگڑتی ہے تو بگڑے مگر اللہ تعالیٰ اور سرورِ کون و مکاں کو ہرگز ہرگز ناراض نہ کیجئے۔

اعجاز درود شریف

حکایت نمبر ۱۷

حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے لڑکے کو اس کی موت کے بعد خواب میں دیکھا کہ اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ تو اسے بہت رنج ہوا۔ چند دنوں کے بعد اس نے پھر خواب میں اپنے لڑکے کو دیکھا۔ فی النور والرحمۃ کہ اس کی قبر نور سے بھری پڑی ہے اور وہ خدا کی رحمت میں ہے۔ تو ماں نے اس کا سبب پوچھا۔ تو لڑکے نے جواب دیا مَرَّ رَجُلٌ بِالْمَقْبَرَةِ وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ وَاَهْدٰى ثَوَابَهَا لِلْاَمْوَاتِ۔

ایک آدمی اس قبرستان سے گذرا اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھکر اس کا ثواب مردوں کو بخش دیا۔ پس اس درود شریف کے سبب خدا تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔

(تفسیر روح البیان صفحہ ۱۴۷ ج ۲)

نتیجۂ فکر | خدا کے مقبول بندے نیک کام کرتے ہیں اور شیطان کے بندے منع کرتے ہیں۔

(۱) اور مقبولان حق کو عالم برزخ کے تمام حالات معلوم ہو جاتے ہیں نیز یہاں تک وہ جان جاتے ہیں کہ فلاں ابن فلاں جنت میں ہے یا جہنم میں ہے۔

مَیں اور تُو

حکایت نمبر ۱۸

حضور پُر نور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے عرض کیا:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَاَنَا وَمَا سِوَاكَ تَرَكْتُ لِاَجْلِكَ

یعنی۔ اللہ تو ہے۔ اور میں ہوں۔ اور تیرے سوا جو کچھ ہے۔ سب کو میں نے تیرے لئے چھوڑ دیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

يَا مُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوَاكَ خَلَقْتُ لِاَجْلِكَ

یعنی "اے محبوب میں ہوں اور تُو ہے اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں نے تیرے ہی لئے پیدا کیا۔"

(حضرت مجدد الف ثانی مکتوب جلد دوم ص ۱۸)

نتیجہ: خالق کائنات نے تمام مخلوقات کو ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے پیدا کیا۔ اور حضورؐ ہی مالک و مختار ہیں۔ اگر حضور نہ ہوتے تو شمس و قمر، شجر و حجر، نباتات و جمادات وغیرہم یعنی خدا کی خدائی بھی نہ ہوتی۔ ہمارا رب وہ رب ہے جو ربِ محمد مصطفیٰ ہے۔ گویا جہاں تک خالق کائنات کی خدائی ہے وہاں تک جناب مصطفیٰ کی بادشاہی و رسائی ہے۔

وَمَا يَكُوْنُ

حکایت نمبر ۱۹

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهِ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهِ حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مقام پر حضور علیہ السلام ہم میں کھڑے ہوئے اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب کچھ بتا دیا۔ اور کوئی چیز نہ چھوڑی۔ پس جس نے یاد کر لیا سو کر لیا اور جس نے بھلا دیا سو بھلا دیا۔ (بخاری شریف صفحہ ۹۷۷، مسلم شریف صفحہ ۳۹۰ ج ۲)

نتیجہ و فکر! ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم واقعی ساری کائنات کو دیکھ رہے ہیں اور ہر ذرے ذرے کے آپ عالم ہیں اور یہ خداداد طاقت و بصیرت ساری کی ساری خود کائنات نے اپنے محبوب پاک کو عطا فرمائی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ [illegible] جو کچھ ہو چکا ہے "وما یکون" یعنی جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے سب [illegible] حقیقت میں ہے۔ [illegible] مصطفیٰ کا [illegible] [illegible] حضور [illegible] ذرے [illegible] پنہاں نہیں۔

دافع البلاء

حکایت نمبر ۳۰

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے ایک آدمی کو دیکھا۔ وہ قدم قدم پر درود شریف پڑھتا تھا تو میں نے کہا کہ یہاں تو تسبیح و تحلیل کرنی چاہیئے۔ مگر تو درود شریف پڑھتا ہے اس نے کہا ایک سال میں اور میرا باپ حج شریف کو جا رہے تھے۔ کہ ایک جنگل میں میرے والد مر گئے۔ اور ان کا رنگ سیاہ ہو گیا۔ میں نے دیکھا ایک آدمی گھوڑے پر سوار بانقاب آیا

فَكَشَفَ الْإِزَارَ عَنْ وَجْهِهِ وَمَسَحَ عَلَى وَجْهِهِ فَصَارَ أَشَدَّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ۔

انہوں نے میرے باپ کے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور اپنا دست مبارک سیاہ چہرے پر پھیرا۔ تو میرے باپ کا چہرہ دودھ کی مانند سفید ہو گیا۔ وہ سوار جانے لگے تو میں نے پوچھا آپ اس جنگل میں ایسی مشکل میں میری مدد کرنے والے کون ہیں؟

فَقَالَ أَوَ مَا تَعْرِفُنِي أَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُكْثِرُ الصَّلٰوةَ عَلَيَّ وَأَنَا غِيَاثٌ لِمَنْ يُكْثِرُ الصَّلٰوةَ فِي دَارِ الدُّنْيَا۔

تو اس نے کہا کہ تو مجھے پہچانتا نہیں ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں

درمیرا نام محمد علیہ السلام ہے۔ تیرا باپ مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرتا تھا۔ اور جو مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرتے ہیں میں اس دنیا میں اس کے لئے مددگار رہوں۔" (تفسیر روح البیان ص۱۴۲ ج ۳)

نتیجہ فکر

ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واقعی دافع البلاء ہیں۔ اور آپ تمام جہان کے لئے مشکل کشا بھی ہیں۔ نیز آپ اپنے امتیوں کی مشکل کے وقت آکر رہنمائی بھی فرماتے ہیں۔ اور ہر امتی کے احوال سے آگاہ بھی ہوتے ہیں۔ اور دستگیری بھی فرماتے ہیں۔ معلوم ہوا جو بھی امتی درود شریف کا ورد کرتا ہے آپ اس کے درود پاک کو بنفس نفیس سنتے بھی ہیں۔ اور مصائب کے عالم میں آکر مصائب کو حل بھی فرماتے ہیں۔ چنانچہ خداوند قدوس نے آپ کے دست مبارک میں یہ اعجاز بھی رکھا ہوا ہے کہ دست مصطفےٰ اگر سیاہ چہرے پر پھر جائے تو وہ مہتاب کی مانند چمکنے بھی لگتا ہے۔ عارف رومی فرماتے ہیں ؂

مصطفےٰ را دست مبارک بر نفس
یوسف نند در جمال و در کمال

گویا حضور کا وجود باوجود سراپا رحمت اور ذات بابرکات سراپا نور و نور ہے۔ کہ جس سے مخلوق خدا کی بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ اور مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ حضور ہر جگہ حاضر و ناظر بھی ہیں۔ پھر جو آپ کو مشکل کشا اور دستگیر کل اور دافع البلاء تسلیم نہ کرے وہ منکر اعجاز مصطفےٰ ہے۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں: ؂

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بنایا
تجھے حمد ہے خدایا

تمہیں حاکم برایا تمہیں قاسم عطایا
تمہیں دافع بلایا تمہیں شافع خطایا
کوئی تم سا کون آیا

وہ کنواری پاک مریم وہ نفخت فیہ کا دم
ہے عجب نشانِ اعظم مگر آمنہ کا جایا
وہی سب سے افضل آیا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

نام کی عظمت

حکایت نمبر ۲۱

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ قافلے سے بچھڑ گئے اور جنگل میں نکل گئے اور وہ جنگل تا حدِ نگاہ جنگل ہی جنگل تھا۔ اور آپ کو منزلِ مقصود کا راستہ بھی نہ ملتا تھا۔ اُس جنگل میں ایک زبردست قوت و طاقت کا مالک شیر رہتا تھا۔ جب اس نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو حملہ کرنے کے لئے اپنے جبڑے پھاڑ کر شور و غوغا کرتے ہوئے آپ کی طرف دوڑا۔ حضرت سفینہ خطرے میں گھر گئے۔ مگر قربان جائیے۔ ان مقبولانِ مصطفٰے کے عزم و استقلال کے، مطلق گھبرائے نہیں۔ اور ڈرے نہیں۔ چنانچہ شیر کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو گئے اور شہنشاہ جنگل کو مخاطب کر کے فرمانے لگے۔

یَا اَبَا الْحَارِثِ اَنَا مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

"او شیر! خبردار! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔"

(نشر الطیب صفحہ ۲۰۰ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۳)

نتیجۂ فکر حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگل کے بادشاہ کو مخاطب کر کے فرمایا "خبردار" اس بات کا خیال رکھنا کہ میں کس وجود باوجود کا غلام ہوں؟ مجھ پہ حملہ نہ کرنا میں ساقیٔ کوثر رحمتِ عالم اور مختارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لیوا ہوں اور ان کے در اقدس کے غلاموں کے غلاموں کا

اگے اُس دے ہو کر ٹریا کر کے ادب تمامی
رستے اوپر پہنچا کر استول ہویا پھیر سلامی
اتنا قدر نبی دا جانن سب حیوان نمانے
حق انساناں اہل ایماناں کر کجھ ہوش ٹکانے
ادب لحاظ نبی دے کولوں شیر ہوون قربانی
امروں کرنی نافرمانی ایہہ نہیں مسلمانی

مسلمانو! پھر وہی بادشاہِ جنگل غلاموں کی طرح حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے آگے آگے چل کر آپ کو قافلہ میں ملا کر واپس پھر گیا۔ اب خود ہی غور فرمایئے کہ تنہا جنگل ہی جنگل اور جھوٹ کا عالم ہو۔ دور دور دور تک کوئی انسان نہ ہو۔ اور پھر یک دم جنگل کا شیر حملہ کر کے آجائے اور آدمی تنہا اور نہتا ہو تو کیا یہ موت کا عالم نہ ہوگا؟ ہے اور یقیناً ہوگا! ذرا ایمان سے بتلایئے کہ اس مصیبت و مشکل کے وقت حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ جو مقبول صحابی رسول تھے۔ ان کو تو یہ چاہیئے تھا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لیتے اور یوں کہتے۔ او شیر! خبردار! میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مگر حدیث شریف کے لفظ یہ ہیں کہ انہوں نے یوں فرمایا

اَنَا مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

"میں رسول اللہ کا غلام ہوں"

یعنی حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصیبت اور مشکل کے وقت نہ تو

کائنات کا نام نہیں۔

آپ جانتے ہیں ایسا کیوں کیا؟

سُنیئے! اس لئے حضرت سفینہؓ نے سوچا کہ اللہ کا نام لیا تو اللہ جس طرح میرا رب ہے اسی طرح شیر کا بھی رب ہے۔ "وہ" اللہ اگر میرا حافظ و ناصر ہے تو شیر کا بھی رازق وہی ہے۔ تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھی کو اس کا لقمۂ تر بنا دے۔

گویا! حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ نے اس وقت اسی لئے رحمۃ للعٰلمین مولائے ہر کس و ناکس کا نام لیا تھا کہ حضور کی رحمت کی بدولت میں اس مصیبت سے نجات پاؤں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور وہ رحمت عالم کی بدولت اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آگئے۔

نہ کیوں کر نام لوں ہر دم تمہارا یا رسول اللہ

ہوئیں حل مشکلیں جس دم پکارا یا رسول اللہ

معلوم ہوا صحابہ کرام کا احترام و تقدس جنگل کے جانور بھی کرتے ہیں۔ پھر کتنے بدبخت وہ لوگ ہیں جو ان مقبولانِ مصطفےٰ کی ذات پر تنقید و تنقیص کرتے ہیں۔ حضور انور کے نام انور کے طفیل تو ہر مشکل ٹل جاتی ہے:

کس چیز کی کمی ہے مولا تیری گلی میں

دنیا تیری گلی میں عقبیٰ تیری گلی میں

یا رسول اللہ

حکایت نمبر ۲۲

مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا۔ سو آپ بعض اطراف مکہ کی طرف گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ سو جو پہاڑ یا درخت سامنے آتا یہ کہتا تھا۔

السلام علیک یا رسول اللہ۔

(ترمذی شریف۔ الترغیب ج ۲)

نتیجۂ فکر ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خداداد حکومت کائنات کے ذرے ذرے پر جاری و ساری ہے بجز کافروں کے ہر شے حضور کی رسالت و صداقت کی گواہی دیتی ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ درختوں اور پہاڑوں کے بھی رسول ہیں۔ اور وہ آپ کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارتے تھے۔ پھر وہ نام نہاد مسلمان جو اپنے آپ کو موحد تصور کرتے ہیں۔ مگر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا ناجائز و بدعت قرار دیتے ہیں۔ اور جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعرے لگاتے ہیں۔ انہیں کافر و مشرک کے فتوے لگاتے ہیں۔ یہ کہاں کی مسلمانی ہے۔ گویا یا رسول اللہ ان کے لئے ایٹم بم ہے۔

گنج مخفی در دلت بنہادہ است
اعیاں کردیم ایں گنج ترا
دست بر دے دادم ایں رنج ترا
ایں بگفت و روئے خود پنہاں نمود
بعد زاں روئے دلم باجاں نمود
ایں ہمہ زاں محمدؐ یافتم
زانکہ سوئے قرب او بشتافتم

یعنی ایک شب کو میں نے حضور پر نور رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کر عشق میں بے تاب ہو کر وارفتگی میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھاگا۔ اس جہاں کے بادشاہ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اپنے دہن مبارک کا لعاب میرے منہ میں ڈال کر فرمایا۔ اے "عطار" تم میرے اسرار کے بھی لائق او رمیرے انوار دیکھنے کے بھی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے جسم وجاں میں اپنے پوشیدہ اسرار محبت ودلیعت فرماتے ہیں۔ اب میں نے یہ خزانے تمہارے سامنے ظاہر کر دیتے ہیں۔ اور تمہارے رنج وغم بھی دور کر دیتے ہیں۔ مجھے یہ بشارت دے کر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوشیدہ ہو گئے"۔

اس کے بعد میرے قلب اور روح کے باہمی تعلقات یک جا ہو گئے

جو کچھ بھی ہے سب حضور کی محبت اور بشارت کے تصدق مجھے ملا ہے۔

(اشتر نامہ، تذکرہ اولیاء صفحہ ۱۹)

نتیجہ فکر

صحابہ کرام اور اولیاء عظام رضوان اللہ علیہم نے ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے جسموں کے ہر طرح کی مصیبتیں برداشت کیں، اور مال و جان کو ناموس مصطفےٰ پر قربان کر دیا لیکن دامن احمد کو ہاتھوں سے جانے نہ دیا۔ ان نفوس قدسیہ کو حضور کی ذات گرامی سے نہایت درجہ کی نسبت تھی اور مذہب عشاق میں بجز حب رسول عبادت، ریاضت، ان عبادت۔ نماز۔ روزہ۔ اور حج و زکوٰۃ یعنی سب کچھ فضول ہے۔ محبت رسول ہی ایک عظیم متاع عظیم ہے۔ اس کے چار سو جلوے اور اس کی بہاریں کارفرما ہیں۔ پھر حضرت عشق جب "انسان" پر غالب ہوتا ہے۔ تو دل مضطر کی چھپی ہوئی چنگاریاں نور عرفان سے بھڑک اٹھتی ہیں۔ کہ دیدار محبوب کی تلاش میں دیوانہ وار آگے اور آگے بڑھا جاتا ہے پھر جہاں کہیں "محبوب" کے نشان ثبت ہوتے ہیں انہیں دیکھ کر عشق و مستی، سوز و گداز بڑھ جاتا ہے۔ اور وجد کناں کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ جمال محبوب کی تجلیاں سے اس کا دل و دماغ درخشاں و معطر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شمع مصطفائی کے پروانے "محبوب اکبر" کے جمال جہاں آرا کے دیوانے ہوتے ہیں۔ اور وہ یہی چاہتے ہیں کہ وطن کھو جائے مال و دولت چلی جائے۔ جان و اولاد ختم ہو جائے۔ اور پھر ہستی جہاں بھی مٹ جائے۔ مگر صرف! ایک بار صرف! ایک ہی بار! "وہ رخ انور" نظر آ جائے جس پہ کئی انبیاء، رسل، غوث و قطب، ابدال، اولیاء، الغرض کائنات کی ہر شئے شیدا و فدا ہے اور قیامت تک فدا ہوتی ہی رہے گی جیسا کہ بندہ فرید نے بھی اپنی ایک نعت میں یہی عرض کیا ہے۔

نہ ان کو بھی اختیار و تصرف نہیں۔ اور مصیبت و مشکل کے وقت آ نہیں سکتا۔ وہ احمق و گمراہ ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم کے حب کی برکت سے دنیا جہان کے علوم بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اور خود ہم مثل سمجھنے والوں کے لعاب سے جراثیم و بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے گھر کی ہنڈیا میں تھوک کر تو دیکھیں۔ خود ان کی بیوی ان کے سر پر ایک سو ایک بار جوتیاں لگا کر دم لے گی گویا!

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

بزرگو! یہ بات تو خوب سمجھئے اگر حضور رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ الغرض ہمارا مرنا جینا ہمارا اٹھنا بیٹھنا ہمارا سونا جاگنا ہمارا اوڑھنا بچھونا۔ ہمارا اور روزمرہ کے مشاغل اور دنیا بھر کے تمام اچھے انتظامات و واقعات حضور دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے صدقے ہیں۔

شاہِ معظم نورِ مجسم — صلی اللہ علیہ وسلم
باعثِ دنیا رحمتِ عالم — صلی اللہ علیہ وسلم
ان کا آنا رب کی رحمت — دنیا بھر میں ان کی برکت
وہ جو نہ ہوتے ہوتا کب کچھ — صلی اللہ علیہ وسلم
سب سے بڑھ کر ان کا پایا — ان کا پایا کس نے پایا
سب سے اونچا ان کا پرچم — صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم

ایک معجزہ

حکایت نمبر ۲۴

سنگریزے تھے کفِ بوجہل میں | بولا کیا ہے آپ بتلائیں ہمیں
جانتے ہو تم جو رازِ آسماں | تو بتاؤ ہاتھ میں ہے کیا نہاں
بولے حضرت میں کروں ان کا بیاں | یا خود کہدیں کہ میں حق پر ہوں یاں
بولا بوجہل اب ہے نادر دوسرا | بولے پیغمبر ہے قادر تو خدا
بولے ہیں چھ سنگریزے ہاتھ میں | سن تو ہر اک سے خدا کی مدحتیں
اسکی مٹھی میں وہ ٹکڑے سنگ کے | یوں گواہی بر ملا دینے لگے
لا الٰہ کہہ کے الا اللہ کہا | پھر کہا احمد رسول اللہ کا
اُس سے جب بوجہل نے باتیں سنیں | غصے سے پھینکا انہیں سوئے زمیں
پھر لگا کہنے تو ساحر ہے بڑا | بلکہ سب جادوگروں کا پیشوا
دیکھکر بوجہل اتنا معجزہ | مشتعل غصے سے اپنے گھر چلا

سامنے سے مصطفےٰ کے چل دیا
اور وہ دوں فطرت کنوئیں میں گر پڑا
مثنوی شریف کا ترجمہ الہامِ منظوم نمبر ۱۵

نتیجۂ شکر

معجزہ دیکھا مگر بدبخت تھا
کفر اور الحاد کی جانب گیا
خاک اس کے سر پہ تھا کور و لعیں
مثلِ ابلیس آنکھ اسکی خاک میں

صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اقدس جوش میں آئی اور ابوجہل جیسے شدید دشمن
کے بیٹے کا جو خود بھی مسلمانوں سے برسرپیکار رہے تھے۔ ان کے رغبتِ اسلام
پر حضور انور نے جس خوشدلی و مسرت سے ان کا استقبال کیا۔ اس کی مثال
سوائے دین محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور کہیں نہیں مل سکتی۔ کیوں کہ سردرِ
عالم تمام کائنات کے لئے رحمت عالم۔ ہادی اکرم اور انسانیت کے لئے
خلق عظیم کے مینارِ نور بن کر تشریف لائے۔ اعلیحضرت فرماتے ہیں۔

ہے کلام الٰہی میں شمس و ضحےٰ ترے چہرہ نور فزا کی قسم
قسم شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم
ترے خلق کو حق نے عظیم کہا تری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن و ادا کی قسم

مسلمانو! حضور دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلق عظیم کے
متعلق خود خالق کائنات نے بھی فرمایا ہے

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (پ ۲۹ ع ۳)
اور بے شک تمہاری خو بڑی شان کی ہے

سبحان اللہ ہمارے حضور پاک کی بہت بڑی شان۔ قدس ہے کہ خدا تعالیٰ اسے
عظیم فرماتے ہیں اور جس خلق کو خدا تعالیٰ عظیم فرماتے ہوں پھر ان کی عزت و عظمت
اور خلق عظیم کو کون گھٹا سکتا ہے۔ حالانکہ کفار مکہ نے آپ کو بڑا ہی تنگ کیا اور طرح
طرح کی مصیبتیں دیں۔ مگر قربان جائیے خلق مصطفےٰ کے کہ ان کے لئے بد دعا نہیں
بلکہ دعائیں ہی فرماتے رہے۔

چڑیا کی فریاد

حکایت نمبر ۲۷

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں۔ ہم ایک سفر میں امام المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ تھے۔ کہ ہم ایک درخت کے پاس سے گزرے۔ اس درخت پر ایک چڑیا کے دو بچے تھے۔ ہم نے دو بکڑ لئے ان بچوں کی ماں چڑیا نے دیکھا۔ تو اڑتی ہوئی حضور پر نور رحمت للعالمین کے سامنے آگری۔ اور فریاد کرنے لگی حضور علیہ السلام نے پوچھا اس کے بچوں کو کس نے پکڑا ہے؟ ہم نے عرض کیا۔ ہم نے یا رسول اللہ! تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا" جاؤ ان بچوں کو اپنی جگہ پر رکھ آؤ":

(حجۃ اللہ ص۴۶۶)

سبق: نبی الورٰی احمد مجتبےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام کائنات کے لئے منبع فیوض و برکات ہیں۔ اور آپ کی بارگاہ علیہ کونین و مکاں کے لئے باعث رحمت ہے۔ اور جانور بھی اسی بارگاہ رحمت میں آ آکر اپنی فریادیں سناتے اور حاجتیں پیش کرتے اور اپنی مرادیں پاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ فخر موجودات ہر کس و ناکس کے فریادرس اور رحمت للعالمین ہیں ورنہ وہ لوگ جو آپ کو رحمت عالم اور فریادرس تسلیم نہ کریں گویا وہ جانوروں سے بھی زیادہ جانور۔ ......

اعلیحضرت فرماتے ہیں:۔

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد

اسی در پہ شترانِ ناشاد گلۂ رنج و عنا کرتے ہیں

آستیں رحمتِ عالم الٹے کمرِ پاک پہ دامن باندھے

گرنے والوں کو چہِ دوزخ سے

صاف الگ کھینچ لیا کرتے ہیں!

سبحان اللہ! اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی شاعری کیا ہے یہ ن فردوس در حقیقت آب ہے۔ کہ جب بھی آپ کے اشعار سنے یا پڑھے جاتے ہیں تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔

بزرگو! احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ کائنات کی ہر شے حضور انور کی بارگاہ رحمت میں حاضر ہو کر اپنی اپنی زبان میں عرض کرتیں۔

گویا حضور دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ایک کی زبان جانتے ہیں اور کائنات کے فریاد رس اور رحمتِ عالم اور قاسم ہیں جو شخص بھی اس حقیقت کا انکار کرے وہ جاہل ہے۔ اعلیٰحضرت فرماتے ہیں:-

رب معطی ہے یہ ہیں قاسم

رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

ٹھنڈا ٹھنڈا میٹھا میٹھا

پیتے ہم ہیں پلاتے یہ ہیں

احمد مختار

حکایت نمبر ۲۸

دیوبندی حضرات کے حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب
تھانوی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
شہنشاہِ ارض و سماء و دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں
عرض کیا کہ جبرئیل علیہ السلام کو اُن کی اصلی صورت میں دکھا دیجئے۔ حضور
پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دیکھ نہ سکو گے۔ انہوں نے کہا آپ
دکھا دیجئے۔ حضور نے فرمایا اچھا بیٹھو۔ تو وہ بیٹھ گئے اور حضرت
جبرئیل علیہ السلام کعبہ شریف پر اُترے۔ آپ نے حضرت حمزہ سے فرمایا کہ
نگاہ اٹھاؤ اور دیکھو انہوں نے نگاہ اٹھا کر دیکھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کا جسم
ان کے پاؤں مثل زبرجد سبز کے تھے بس غش کھا کر گر گئے۔

(دیکھئے نشر الطیب صفحہ ۲۰۲/۲۰۳)

تبصرہ اس حدیث پاک سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حبیبِ
غیوب ہونا ثابت ہوتا ہے یعنی! اس حدیث مقدسہ کو قلب
سلیم و دلِ ایمان افروز کے ساتھ غور کیا جائے کہ حضرت سیدنا حمزہ عمِّ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ مصطفےٰ میں عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ جبرئیل
کو ان کی اصلی صورت پر دکھا دیجئے۔ کیا ہی ایمان افروز اور عقیدت سوز
جملہ ہے۔ گویا سیدنا حضرت حمزہ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ایمان تھا
کہ جبرئیل امین کو اصلی صورت میں دکھانا یہ صرف ساقیِ کوثر مختارِ لولاک صلی

باب سوم

امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

شانِ صدیق

حکایت نمبر ۲۹

[illegible]

ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا

تمام مفسرین، محدثین، مجددین اور چہار سلاسل اولیاء ربانی رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے کہ مراد صاحب ثانی اثنین سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں

فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت صدیق رضی اللہ عنہ کی شانِ مقدس میں نازل ہوئی ۔

۳۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ

حضرت ابو معالی رضی اللہ عنہ جو کہ اصحاب تفسیر میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ اس آیت مبارکہ کی یوں عکاسی کرتے ہوئے گوہر افشانی کی اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ سے مراد رسول الثقلین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور وَصَدَّقَ سے مراد سیدنا امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

۴۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتَانِ۔ وَاَکْرَمُکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔

یہ دونوں آیات قرآنی اہل تفسیر کے مطابق سیدنا صدیق اکبر کی شان و شوکت میں نازل ہوئی ہیں۔

الغرض قرآن حکیم میں متعدد آیات ایسی ہیں جو حضور خلیفۃ المصطفیٰ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ اقدس میں نازل ہیں۔

نتیجۂ فکر | جن کی شانِ اقدس میں خود خداوند قدوس نے قرآن شریف نازل فرمایا رتبہ اس انسان کا ہوا اس سے بڑھ کر اور کسی کی کتنی ذی شان عظمت ہوگی۔ وہ بدبخت وہ لوگ ہیں جو ان کی شانِ اقدس کو گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔

منزلِ عشق و صدق کا رہبر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبوت کا تیرھواں سال تھا۔ کہ ہجرت کے لئے خالق کائنات کا حکم نازل
ہوا۔ سرور کائنات نے صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی اطلاع دی۔ [illegible]
حکم [illegible] اجازت ملتے ہی [illegible] اپنا مال و [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

چنانچہ شب ہجرت جب کفار [illegible] علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید
کر دینے کی نیت سے حضور کے مکان پر پہنچے اور سارے مکان شریف کو گھیر
لیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ یٰسین کی آیتیں۔ إِنَّا جَعَلْنَا فِي
أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا ۔ الخ فرماتے ہوئے تھوڑی سی خاک پر دم کر کے ان
کافروں کی طرف پھینک دی۔ ایک مٹھی خاک تمام کافروں کے مونہوں۔ سروں
آنکھوں میں بھر گئی۔ اور عجب طرفہ یہ تھا کہ بجائے تکلیف ہونے کے سب کو نیند
آ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اندھا کر دیا۔ اور حضور کا باہر نکلنا کسی کو بھی
نظر نہ آ سکا۔ تو سید عالم گھر ... سے نکل کر سیدھے صدیق اکبر کے گھر تشریف
لائے۔ اور فرمایا۔ اے ابوبکرؓ! مجھے اس وقت ہجرت فرمانے کا اذن مل چکا ہے
اور میں مکہ چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ صدیق اکبرؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ میرے
ماں باپ آپ پر قربان! میں بھی ساتھ چلوں؟ فرمایا چلو صدیق اکبر۔
نبی الکریم رؤف الرحیم سے آپ کی معیت کی اجازت پا کر فرط مسرت سے
رونے لگے۔ اور حضور کے ساتھ ہو لئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

صدیق اکبر کو ہمراہ لے کر مکہ معظمہ سے چل دیئے۔ صدیق اکبرؓ کبھی حضورؐ سے آگے
اور کبھی پیچھے رہ کر چلتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ دریافت کی۔ تو
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
پہلے میں غار میں جاتا ہوں۔ [illegible] تو آپ
اندر [illegible]۔ چنانچہ پہلے اس غار میں صدیق اکبرؓ گئے۔ اور اسے صاف
کرنے لگے۔ اس غار میں کئی سوراخ تھے۔ صدیق اکبرؓ ان سوراخوں کو اپنے کپڑے سے پھاڑ
پھاڑ کر بند کرنے لگے۔ صرف اس لئے کہ کوئی موذی جانور حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو تکلیف نہ پہنچائے۔ اس غار میں ایک بہت بڑا سانپ رہتا تھا۔ صدیق
اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا بل جو دیکھا تو کپڑا ختم ہو جانے کے باعث کپڑے
سے تو اسے بند نہ کر سکے۔ اور اپنی ایڑی اس میں رکھ دی۔ اپنی جان کی پروا
نہ کی۔ اور یہی سوچ کر مجھے جو چاہے تکلیف ہو مگر ساقی کوثر علیہ الصلوٰۃ و
سلام کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اس بل پر ایڑی رکھنے کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
نے پھر حضورؐ کو اندر بلا لیا۔ اور حضور اندر تشریف لے آئے۔ اور اپنا سر
انور صدیق اکبر کی گود میں رکھ کر سو گئے۔ ادھر جس بل پر صدیق اکبر کی ایڑی
تھی۔ اس بل سے زہریلے سانپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ڈس لیا۔ صدیق
اکبر کو تکلیف تو ہوئی مگر آپ اپنی جگہ سے ہلے تک نہیں تاکہ حضور علیہ السلام

کی نیند مبارک میں خلل نہ آئے۔ سانپ کے زہر کی تکلیف سے صدیق اکبر کے
آنسو نکل آئے۔ اور چند آنسو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرۂ اقدس پر گر پڑے
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیند مبارک سے بیدار ہو گئے۔ اور دریافت
فرمایا! ابوبکر! کیوں رو رہے ہو؟ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
عرض کیا۔ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے سانپ نے
ڈس لیا ہے۔ حضور رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی مقامِ ڈنک پر اپنا
لعاب دہن شریف لگا دیا۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری تکلیف دور
ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر جب اس غار میں داخل ہوئے
تو غار سے دور ایک درخت تھا۔ حضورؐ نے اس درخت کو حکم دیا تو وہ درخت
اپنی جگہ سے چل کر غار کے منہ پر آکر کھڑا ہو گیا۔ یوں معلوم ہونے لگا کہ یہ درخت
یہیں اُگا ہوا ہے۔ اور غار کا منہ اس درخت کی شاخوں سے بند ہو گیا۔ اور
اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ایک مکڑی کو بھیجا جس نے اس درخت کی شاخوں
کے اندر جالا بُن دیا۔ یہ سب سامان اس لئے کیا گیا تاکہ کافر اگر حضور کا تعاقب
کرتے ہوئے وہاں تک آئیں تو وہ غار کے منہ کے آگے درخت اور اس کی
شاخوں میں جالا بُنا ہوا دیکھیں تو انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اندر تشریف
لے جانے کا شبہ بھی نہ گذرے۔ چنانچہ ادھر جب کافروں کو پتہ چلا کہ حضور
(علیہ الصلوٰۃ والسلام) تو ابوبکر کی معیت میں مکہ سے جا چکے ہیں تو بہت حیران ہوئے
اور حضور کی تلاش کرنے لگے۔ اور کچھ کھوجی حضور کا کھوج نکالنے کے لئے مقرر
کر دیئے۔ ان کھوج نکالنے والوں میں سے ایک شخص کھوج لگاتا ہوا غار تک
آ پہنچا اور کہنے لگا کہ یہاں تک تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آئے
ہیں۔ لیکن اس کے بعد پتہ نہیں چل رہا کہ وہ کدھر [illegible] کا قدم [illegible]

گئے لیکن وہاں حیران کے حیران کھڑے رہ گئے۔ کچھ پتہ نہ چلا کہ یہاں سے آگے
کدھر گئے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب کافروں کے قدم غار سے
باہر دیکھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر میں آپ پریشان سے ہو گئے۔ تو نبی
رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوبکر! کوئی فکر نہ کر۔ اللہ تعالیٰ
ہمارے ساتھ ہے۔ اتنے میں ان کافروں میں سے ایک کافر بولا۔ ذرا اس غار
کے اندر جا کر دیکھیں۔ یہ سن کر دوسرے کافروں نے جواب دیا۔ بے وقوف
ہو۔ غار کے منہ کے آگے درخت اگا ہوا ہے۔ اور اس پر مکڑی کا جالا بھی بنا ہوا
ہے۔ اگر اندر کوئی گیا ہوتا تو یہ نہ ہوتیں اور ان کا جالا ضرور ٹوٹا پھوٹا نظر آتا۔
مگر یہ بات تو نظر نہیں آتی پھر کسی کے اندر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
چنانچہ وہ مایوس ہو کر وہاں سے لوٹ گئے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
اور آپ کے ساتھی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آقا و مولا اللہ تبارک
وتعالیٰ کی حفاظت میں بالکل خیریت و عافیت سے رہے۔

(قرآن الحکیم پ ۱۰ ع ۱۲) انساب الاشراف بلاذری ص ۲۵۷ ج ۱
مختصر مسلم ص ۲۰۹ مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۳، روح البیان
ص ۴۰۲ ج ۱) واعظ ص ۲۸۲ ج ۱)

تبلیغِ عبرت کہ

(۱) وطن کی محبت [illegible] بہت رکھتی ہے۔ اس میں کوئی
شک نہیں ہوتا۔ اور وطن کی سرزمین بڑی کشش رکھتی ہے۔
ہر وطن کی نسبت بڑی جاندار ہوتی ہے۔ مگر اللہ تبارک و تعالیٰ اور رسول
کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے مقابلے میں ہر کشش بے تعلق۔ اور بے
حقیقت چیز ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی عقیدہ اور یہی ایمان تھا۔ اسی
پر ان کا عمل تھا۔ اور اسی کردار کے وہ صاحب کردار اور روشن مینار تھے۔

۲۔ قرآنِ مقدس میں ہجرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں خالقِ کائنات نے اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ فرما کر سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو سرورِ کائنات کا صحابی فرما دیا ہے۔ لہٰذا اب جو شخص بھی سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا منکر ہے اور آپ کو صحابی رسول نہ [illegible] وہ پکا کافر ہے۔

۳۔ [illegible]

[illegible]

گویا حضور [illegible] سیدنا صدیقِ اکبر کے ساتھ ہے۔ اور یہ حقیقت صاف و صریح ہو گئی کہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد از وصال شریف کے سیدنا صدیقِ اکبر جو تختِ خلافت پر جلوہ افروز ہو کر جانشینِ مصطفےٰ ہوئے۔ یہ آپ ہی کا ازلی حق تھا۔ اور آپ غاصب و ظالم نہ تھے۔ اس لئے کہ خالقِ کائنات غاصب و ظالم شخص کے ساتھ کبھی نہیں ہوتا۔ پھر اگر کوئی ظالم و فاسق سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ظالم کہے تو اس نے درحقیقت لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ کا انکار کر دیا۔ گویا جو قرآنِ پاک کے فرمان کا انکار کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور جو شانِ صدیقِ اکبر کا جان بوجھ کر انکار کرے وہ بھی کافر ہے۔ یعنی فرمانِ خدا اور قولِ مصطفےٰ کو جھٹلانے والے کافر ہیں۔

۴۔ شبِ ہجرت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تشریف لے جانا اور یہ فرمانا کہ مجھے ہجرت کا حکم مل گیا ہے۔ اس خبر کو سن کر ان کی آنکھوں سے باعثِ مسرت آنسو چھلکنے لگے۔ اور پھر حضور کا صدیقِ اکبر کو ساتھ لے کر مدینہ شریف کی طرف روانہ ہونا یہ بتاتا ہے کہ حضور انور کو صدیقِ اکبر

سے اور صدیق اکبر کو حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انتہائی
آپس میں محبت تھی۔

[illegible]

غار کو اندر سے صاف کیا جانا ہو۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر غار میں تشریف لے
گئے۔ اور تمام غار کو صاف کیا۔ اور جتنے بھی سوراخ تھے سبھی کو اپنے کپڑے
پھاڑ پھاڑ کر بند کر دیئے۔ مگر ایک سوراخ پر اپنا پاؤں مبارک رکھکر حضور کو
آواز دی۔ کہ حضور! اندر تشریف لے آیئے۔ اور صدیق اکبرؓ کے زانو
پر سر مبارک رکھکر محو استراحت ہونا اور تھوڑی دیر کے بعد صدیق اکبر
کے پاؤں پر سانپ کا ڈسنا اور آپ کا برداشت کرنا یہ تمام واقعہ
اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو
مال و جان سے بھی حضور خاتم لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام زیادہ محبوب
و پیارے تھے۔ اور یہی کمال ایمان کی نشانی اور عروج محبت کی منتہا
تھی۔ جو سب سے زیادہ سیدنا صدیق اکبرؓ میں نظر آتی ہے۔ پھر جب
سانپ نے آپ کے پاؤں پر ڈنگ کیا تو اس وقت عقل اور حضرت
عشق کا آپس میں مقابلہ ہوا

عشق نے گویائی کی! اے صدیقِ اکبر تیرے قدموں کے نیچے مار ہے۔

"اور"

حضرتِ عشق رعب انداز ہوا! مگر تیرے پاؤں کی تلوؤں میں مار ہے

"پھر"

عشق نے پکارا! بیٹے بیٹے! تمہارے قدموں میں بہت بڑی زحمت ہے

"ہاں"

جنابِ عشق بولا! گھبرائیے نہیں آپ کے دامنِ مصطفیٰ نے رحمت بار کی ہے

"مگر"

عشق کہنے لگی! اے صدیق تیرے ہونٹوں پہ موت ہے

"نہیں"

عشق نے رہنمائی کی! دامنِ احمد کو نہ چھوڑیئے اسی میں جانِ سرمدی ہے

"گویا"

باسند روایت کے لہجہ سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی اکرم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک محبوب شخصیت تھے۔ آپ نے ہر گھڑی و ہر آن و ساعت دامنِ مصطفیٰ کو نہ چھوڑا اور اسی دامنِ مصطفیٰ سے وابستہ رہے۔ کاش! وہ لوگ جو نعوذ باللہ! سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو منافق اور حضور علیہ السلام کا دشمن کہتے ہیں۔ وہ اس واقعہ سے سبق حاصل کریں اور اس پر ایمان و یقین رکھیں کہ جب تک سیدنا صدیق اکبر کی اتباع نہ کی جائے گی۔ اور آپ کے قدموں کو نہ چوما جائے گا۔ یعنی

"بجز محبتِ صدیق کے محبتِ رسول حاصل نہیں ہو سکتی"

صدر دین صدیق اعظم قطب حق
در همه چیز از همه برده سبق
هرچه حق از بارگاهِ کبریا
ریخت در صدرِ شریعت مصطفیٰ
آں همه در سینۂ صدیق ریخت
لاجرم تابود از و تحقیق ریخت

نتیجۂ فکر

حضرت سیدنا امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خالقِ کائنات نے ہر احسن اوصاف وکمالات سے نوازا ہوا تھا۔ اور آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ دینِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بحر جوشش مبلّغِ اعظم اور صدق وصفا میں صدیقِ اعظم ہیں۔ اور آپ دینِ الٰہی کے ازلی پاسبان اور شیدا ہیں۔ نیز آپ آفتابِ رسالت کے فیض یاب ہیں۔ اور جو لوگ صدیقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اوصاف وکمالات کا انکار کریں اور آپ کو صحابی تسلیم نہ کریں وہ یقیناً برے ہیں اور تا ابد دوزخ کی آگ میں جلتے رہیں گے۔ خدا محفوظ رکھے منکرینِ صدیق اکبر سے۔

صدیقِ اکبرؓ

حکایت نمبر ۱۳۲

دربارِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکرِ خیر ہو رہا تھا۔ اور حضور علیہ السلام نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تمہیں اپنے والد بزرگوار کی بزرگی کی بھی خبر ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! نہیں۔ حضور پُرنور نے فرمایا: تمہارے باپ کا نام قرصِ آفتاب پر لکھا ہوا ہے۔ جب سورج کعبہ شریف کی چھت پر پہنچتا ہے تو وہاں کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ اس مقام سے بڑھ کر اور کوئی مقام ذی مرتبہ نہیں۔ یہاں سے آگے نہیں بڑھوں گا۔ جب سورج کھڑا ہو جاتا ہے تو فرشتے جو اس پر متوکل ہیں وہ تمہارے باپ (صدیقِ اکبر) کی قسم اسے دیتے ہیں کہ اس کے نام کی برکت سے تو یہاں سے گزر جا۔ تو سورج پھر وہاں سے آگے بڑھتا ہے۔

(ہشت بہشت صفحہ ۲۵۹، راحت المحبین صفحہ ۱۶۳)

نتیجۂ فکر

سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلند و بالا شان اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ آپ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں مقبول و محبوب و منظورِ نظر تھے۔ نیز آپ کا تذکرہ فرشتوں کی زبان پر بھی جاری و ساری ہے۔ اور قرصِ آفتاب پر بھی آپ کا

نام نامی رکھا ہوا ہے۔ اور آپ کے نام انور کی برکت وعظمت اسی سے
عیاں ہے کہ مشکل کے وقت فرشتے آپ کے نام اقدس کا وظیفہ پڑھتے
ہیں جن کے طفیل سورج اپنی منزل کی گامزن ہوتا ہے۔ اور ان کی مشکل حل
ہوجاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر مصیبت ومشکل کے وقت اولیاء ربانی کو پکارنا فخر
ہے۔ اور یہ فرشتوں کی سنت ہے۔ اور ان تمام مقبولان حق کے آقا و
مولا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت کیا ہوگی؟ اور جو لوگ صدیق
اکبر کی صداقت وعظمت کے منکر ہیں۔ وہ گمراہ ہیں۔

گویا حضور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس صحابہ کرام
رضوان اللہ علیہم اجمعین پر زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ وہ لوگ اچھا نہیں کرتے
اس لئے کہ اس طعن کا اثر آقائے نامدار احمد مختار رسول اللہ علیہ وسلم کی ذات
گرامی پر جا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ مریدوں کے اعمال سے پیر کا مرتبہ ظاہر ہوتا
ہے۔ کہ مریدوں کا پیر کیسا ہے اگر مرید اچھے ہیں تو پیر بھی اچھا ہوگا۔ اگر مرید
برے ہیں تو پیر بھی ویسا ہوگا۔ لیکن پیر کامل تھا تو مرید اچھے تھے۔ پیر قابل نہیں تھا
مرید بھی قابل نہیں

اگر مفسدین کے قول کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تسلیم
کر لیا جائے کہ وہ سارے کے سارے (نعوذ باللہ) مرتد تھے۔ تو گویا یہ
حضور رؤف الرحیم پر اعتراض ہوتا ہے کہ آپ ایسے رسول تھے کہ جن کے مرید
سب کے سب مرتد ہوگئے لہٰذا اس عقیدہ باطلہ سے پناہ مانگیں۔ اور صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم کے متعلق یہ ایمان رکھیں کہ وہ سب کے سب مومن اور ساری
امت سے افضل و اعلیٰ تھے۔ اور ان سب سے بہتر حضور کے چار یار یعنی صدیق اکبر
فاروق اعظم عثمان ذوالنورین، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم جو کہ اس بلند مرتبہ عظمت کے
عقیدت ومحبت کے روشن مینار تھے۔

پیغامِ یزداں

حکایت نمبر ۳۲

بادۂ توحید کے متوالوں کا ایک عظیم اجتماع ہے۔ اور ساقیٔ کوثر خود زبانِ انور سے نغمہ سرائی فرما رہے ہیں۔ اور توحید و رسالت کے رند کشِ ہوش و حواس سے سن رہے ہیں کہ یہ نورانی نغمے ان پر الہام کر گئے۔ اور جذباتِ عشق کا لامتناہی سلسلہ جو مدت سے قلب و روح کی گہرائیوں میں چھپا ہوا تھا۔ وہ ابل پڑا۔ مقدس آنکھیں خوفِ الٰہی سے اشکبار ہو گئیں۔ اور عاشقانِ رسول ساقیٔ کوثر سے ذاتِ حق کا نام سن رہے ہیں کہ ان جذباتِ عشق و مستی کے سہانے عالم میں ایک ارتعاش ہوئی۔ اور ...... پھر جناب جبرائیل امین ساقیٔ کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور حاضر ہو کر نغمہ سرائی کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ!

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُقْرِئُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ قُلْ لَهٗ أَرَاضٍ أَنْتَ عَنِّيْ فِيْ فَقْرِكَ هٰذَا أَمْ سَاخِطٌ

اللہ تعالیٰ صدیقِ اکبر پر سلام فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے یا رسول اللہ آپ صدیقِ اکبر سے پوچھئے کہ کیا وہ اس عالمِ فقر میں مجھ (اللہ) سے راضی ہے یا ناراض؟

ساقیٔ کوثر مختارِ لولاک نے خالقِ کائنات کا یہ مقدس پیغام صدیق

اکبر کو سنا دیا. تو اس پیغام سرمدی کی لذت و سرور سے آپ عالم وجد میں آ گئے. اور انتہائی معصومانہ عشق کی وجد انگیز مستی میں عرض کیا:-

أَسْخَطُ عَلَى رَبِّي؟ أَنَا عَنْ رَبِّي رَاضٍ أَنَا عَنْ رَبِّي رَاضٍ أَنَا عَنْ رَبِّي رَاضٍ

کیا میں اپنے رب سے ناراض ہوں گا؟ میں اپنے رب سے راضی ہوں. میں اپنے رب سے راضی ہوں. میں اپنے رب سے راضی ہوں۔

(تاریخ الخلفاء صہ ۲۱)

نتیجہ فکر

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ذات حق اور ذات مصطفے علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے پناہ محبت والفت تھی۔ بکرد الہانہ عشق سرمدی تھا. اس نسبت و عشق کی بنا پر خود خالق کائنات آپ کو سلام بھیجتا اور پوچھتا کہ آپ راضی تو نہیں؟ سبحان اللہ! سبحان اللہ! ایک ہم مسلمان ہیں جو کہ ذکر حق اور ذکر مصطفے سے غافل ہیں اور پھر یہ کہتے پھرتے ہیں کہ خدا ہم سے راضی نہیں. وہ ہماری دعاؤں اور التجاؤں کو قبول نہیں کرتے اور کچھ نفوس اسی تگ میں رہتے ہیں. کہ ہمارا پروردگار ہم سے راضی ہو جائے لیکن دل کو قرار و سکون پھر بھی میسر نہیں آتا. اور کوئی شخص بھی وثوق سے (ما سوائے اولیاء ربانی کے) یہ نہیں کہہ سکتا. کہ خدا ہم پر راضی ہے. یا کہ نہیں! محض خالق کائنات کے فضل و کرم پر ہمارا تکیہ ہے. اور دنیا جہان کے کام چل رہے ہیں. اور ایک وہ ذات گرامی یعنی صدیق اکبر بھی ہیں جن سے خود خداوند قدوس دریافت فرماتے ہیں کہ دیکھ رہے ہو! کہیں تم ہم پر ناراض تو نہیں؟

اور تم ہم پر راضی تو ہو؟

اللہ اکبر! اللہ اکبر! کتنی شان و شوکت اور عزت و عظمت ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جہنم میں جائیں وہ نفوس جو صدیق اکبر کو صدیق اکبر نہیں مانتے۔ اور آپ کے وہ دشمن جو اپنے گھروں میں بیٹھے بیٹھے یہ کہتے ہیں کہ ہم صدیق اکبر پر راضی نہیں ہیں۔

گویا ان کے راضی ہونے یا ناراض ہونے سے صدیق اکبر کی شان کوئی کم نہیں ہو سکتی کیوں کہ آپ کا مرتبہ خود ربّ کریم نے بلند کیا ہوا ہے اور بنفس نفیس خود آپ پر سلام بھیجتا ہے۔

الغرض صدیق اکبر واقعی صدیق اکبر ہیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مولانا صدیق اکبر	رضی اللہ تعالیٰ عنہ
یار کے نام پر مرنے والا	سب کچھ صدقے کرنے والا
منزلِ عشق و صدق کا رہبر	رضی اللہ تعالیٰ عنہ
جان و مال اور کنبہ والے	اللہ اللہ اپنی کرڈ لے
نام نبی پر سارے نچھاور	رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آزادیٔ بلالؓ

حکایت نمبر ۴۳

حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو کہ مؤذن اور عاشق رسولؐ تھے جب یہ مسلمان ہو گئے تو ان کے مالک کو پتہ چل گیا یعنی امیہ بن خلف جو کہ دشمنانِ مصطفےٰ میں ایک اہم فرد تھا۔ وہ بہت ہی بے رحم اور سفاک تھا اس نے طرح طرح کی اذیتیں جنابِ بلال کو دینا شروع کر دیں۔ ایک دن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے بہت بڑی قیمت کا سونا امیہ کو دے کر حضرتِ بلال کو خرید کر آزاد کر دیا۔ صدیق اکبر کا یہ ایثار خالقِ کائنات کو بڑا پسند آیا۔ اور قرآنِ مقدس میں خداوند قدوس نے ارشاد فرما دیا

اَلَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی وَلَسَوْفَ یَرْضٰی

وہ جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے۔ جو سب سے بلند ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ [illegible] ہو۔ پ ۳۰ ع ۱۸

اور صاحب تفسیر خزائن العرفان لکھتے ہیں:-

جب صدیق اکبر نے حضرت بلال کو بہت گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا تو کفار کو حیرت ہوئی۔ اور انہوں نے کہا کہ حضرت صدیق نے ایسا کیوں کیا؟ شاید بلال کا ان پر کوئی احسان ہو۔ جو انہوں نے اتنی گراں قیمت دے کر خریدا اور آزاد کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور ظاہر فرما دیا گیا کہ حضرت اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل محض اللہ کی رضا کے لئے ہے۔ کسی کے احسان کا بدلہ نہیں۔ اور نہ ان پر حضرت بلال وغیرہ کا کوئی احسان ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بہت سے لوگوں کو ان کے اسلام لانے کے سبب خرید کر آزاد کر دیا۔"

(خزائن العرفان صـ۸۴۳)

اور اس آیت مقدسہ کے تحت صاحب روح البیان یوں فرماتے ہیں۔

الآیۃ نزلت فی حق ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ حین اشتریٰ بلالًا رضی اللہ عنہ

یہ آیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے جب کہ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید لیا تھا۔ اور آزاد کیا تھا۔"

(پ۳۰ع ۱۸ خزائن العرفان صـ۸۴۳ روح البیان صـ۴۴۶ ج۱۰)

محسن اعظم اور محسنین صـ۱۰۱

[illegible]	سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا مال و زر سب کچھ راہ میں اسلام کی بقا کے واسطے قربان کر دیا۔ اور خود مقصود فطرت

خلاق کائنات نے بھی قرآن پاک کی زبانی صدیق اکبر کی تعریف و رشان و شوکت کا اعلان فرما دیا کہ ہم اسے راضی کریں گے اور یہ لوگ صدیق اکبر

کو بُرا سمجھتے ہیں اور آپ سے ناخوش ہیں تو یقیناً خود اللہ رب العزت ان پر ناخوش ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صدیق اکبر نے اس پُر آشوب زمانے میں ناموس اسلام اور ناموس مصطفےٰ کی نہ صرف دل و جان سے نگہداشت کی بلکہ انہوں نے خود بھی اللہ تعالیٰ اور مختار لولاک کے دین کی خاطر طرح طرح کی سختیاں برداشت کیں۔ اور بلال کی طرح اور کتنے دوسرے غلاموں کو دل و زر کے عوض آزادیاں دلائیں۔ الغرض جن کی سخاوت و ایثار کی گواہی خود خدائے کریم دیتا ہو تو ان کی کتنی بڑی شان و شوکت ہوگی۔

سر روشن دلاں صدیق اعظم
کہ شد اقلیم تصدیقش مسلّم
ز مہرش روز دیں را روشنائی
بدو اصل یقیں را آشنائی

یہ وہ ہے کہ چراغ تو بس کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

حکایت نمبر ۳۵

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اس وقت بہشت میری نظر میں ہے۔ اس میں مجھے ایک محل دکھائی دے رہا ہے۔ جو یاقوت کے ایک ہی ڈھیلے سے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس کے ساتھ چار اور محل بھی ہیں۔ جب میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کے ہیں۔ تو حکم ہوا ایک آپ کے لئے اور چار آپ کے یاروں کے لئے۔"

(ہشت بہشت ص ۲۲۶)

تبصرہ

نگاہِ مصطفیٰ سے ارض و سما کی کوئی بھی چیز پنہاں نہیں۔ اور کائنات کا ذرہ ذرہ آپ کے پیش نظر ہے۔ اور حضور ہر شے کو دیکھ رہے ہیں۔ اور جو لوگ بصیرت مصطفیٰ سے انکار کریں۔ کہ حضور تو کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے انہیں تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ وہ نفوس اپنے نفسوں پر ظلم و ستم کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی عاقبت کو برباد کر لیا ہے خدا ایسے لوگوں کو راہِ ہدایت عطا کرے۔ کہ وہ اپنے دلوں سے بغضِ مصطفیٰ نکال لیں۔ اور حضور کے چار یار یعنی صدیق اکبر، عمر فاروق، عثمان غنی، مولائے علی رضی اللہ عنہم ساقیٔ کوثر کے محبوب غلام اور ہمنشین ہیں۔

گویا آپ آفتابِ نبوت ہیں۔ اور یہ ماہتابِ ولایت ہیں۔ جو لوگ اس حقیقت و صداقت کو نہ مانیں ان کا کیا علاج کیا جائے
نیز ہمارے حضور جنت کے پانچوں محلوں کو دیکھ رہے ہیں۔ اور پانچوں پہ پانچوں کے اسم گرامی لکھے ہوئے ہیں۔

جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

کنزِ ہر بے کس و بے نوا پر درود
حرزِ ہر رفتہ طاقت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے بے کس کی دولت پہ لاکھوں درود
مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام

خلق کے داد رس سب کے فریاد رس
کہفِ روزِ مصیبت پہ لاکھوں سلام

ڈاڑھی کی طفیل

حکایت نمبر ۲۶

محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ڈاڑھی مقدس کو شانہ کر رہے تھے کہ ایک بال جدا ہو کر یہودیوں کے قبرستان میں جا پڑا۔ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ایک سو تین دن تک اس قبرستان سے عذاب ہٹا لیا۔ (راحت المحبین صفحہ ۱۴۲)

تبصرہ فکر

اولیاء ربانی کے تبرکات میں ربّ جلیل اور شہنشاہِ عرب و عجم کے اوصاف و کمالات ہوتے ہیں۔ ان کی طفیل بڑی سے بڑی مصیبت و مشکل حل ہو جاتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سومنات کے عظیم معرکہ میں مصائب و ابتلا میں گھرے ہوئے تھے۔ سیدنا ابوالحسن خرقانی رضی اللہ عنہ کا جبہ مبارک لے کر آپ بارگاہِ ربّ جلیل میں سجدہ ریز ہو گئے۔ اور قلب سلیم سے دعا کی

"اے دلوں کے راز جاننے والے میں تیرا اور تیرے حبیب کا نام بلند کرنے آیا ہوں۔ براہِ کرم اس پیران مقدسہ کی طفیل مجھے فتح و نصرت سے ہمکنار کر دے۔"

خدائے علیم نے ان کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور آپ اپنے مقاصد میں کامیاب و کامران ہو گئے۔

تبرکات اولیائے ودائنہ ہیں۔ اور ان میں خداوند قدوس کی حکمتیں۔ رحمتیں پنہاں مخفی ہیں۔ چنانچہ سیّدنا امیر المومنین کو بھی اسکے محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک منظورِ نظر تھے۔ اور انہیں بارگاہِ نبی میں ایک اہم مقام حاصل تھا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کی داڑھی کے بال مبارک کی تعظیم یہودیوں کے قبرستان سے عذاب اٹھالیا اور اپنی رحمتوں سے انہیں نوازا۔ اور پھر ان اولیاءِ ربانی کے اولیاء اور صدیق اکبرؓ کے "یہ" قادرِ مطلق و مختارِ کل ہیں کیا ان کے قبضۂ اختیار میں کچھ نہیں؟ اور کیا وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے"۔ اور وہ لوگ جو ان پاک لوگوں کی منکر بنتے ہیں۔ اُن کے بالوں کی حقیقت یہ ہے۔ کہ گندی نالیوں اور بری جگہوں میں آوارہ پھرتے ہیں اور ان کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ ؎

بال صدیق میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی
منزل عشق و صدق کا رہبر!
رضی اللہ تعالےٰ عنہ
نبیوں کے بعد سب سے بہتر
رضی اللہ تعالےٰ عنہ

جنت کے دو سردار

حکایت نمبر ۳۷

"حضرت انس بن مالک رض کہتے ہیں۔ کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کی شان میں فرمایا!۔

هٰذَانِ سَیِّدَا کُہُوْلِ اَہْلِ الْجَنَّۃِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِلَّا النَّبِیّٖنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ

یہ دونوں سردار ہیں۔ جنت کے ادھیڑ عمر والوں کے اولین اور آخرین میں سوائے نبی اور مرسلین کے۔"

(جواہر فریدی ص۱۰۴)

(ابن ماجہ شریف صفحہ ۴۸، اردو [illegible] لاہور)

نتیجۂ فکر

نبی کی زبان زبانِ حق ہوتی ہے۔ جو شخص اس سے انکار کرے وہ کافر ہے۔ پھر ہمارے حضور کی زبانِ اقدس۔ وہ تو کُن فیکون کی کنجی ہے۔ اس زبان نے جو کچھ بھی فرما دیا وہ ہو گیا۔ امام اہل سنت اسی زبان سے متفق فرماتے ہیں۔

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

گویا سرکارِ دوعالم نے جو کچھ کہہ دیا وہ ہو گیا چنانچہ آپ نے جنت الفردوس کے لئے دو سردار مقرر کر دیئے۔ یقیناً وہ جنت الفردوس کے سردار ہیں۔ پھر وہ احباب جو کہ خدا کے مقبولوں۔ اور مصطفٰے کے محبوبوں یعنی سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتے ہیں وہ کتنے ظالم اور بدبخت ہیں۔ اللہ تعالیٰ بطفیل مصطفٰے ان لوگوں کے ناپاک ارادوں سے ہر مسلمان کو بچائے۔ آمین۔

مسلمانو! یہ صدیق اکبر وہی ہیں۔ جب کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا تو ملک میں ارتداد بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے۔ ایسے عالم میں مدینۃ الرسول سے فوج کا باہر بھیجنا مناسب نہیں تھا۔ صحابہ کرام نے آپ کو رائے دی کہ پہلے گھر کے فتنوں سے نپٹ لیجئے۔ یہ ضروری ہے۔ تو آپ نے جواب دیا:۔

"مجھے اس ذات کی قسم ہے۔ جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر مدینہ پاک میں کوئی ایک شخص بھی باقی نہ رہے اور میں اکیلا رہ جاؤں اور جنگل کے درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں تو بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اسامہ کو اس مہم پر ضرور بھیجوں گا۔

میرے دوستو! عشقِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جذبہ ہی تو تھا جس نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر بنا دیا۔ یہ حقیقت ہے کہ جو تنقید کرنے والے

عظیم نفع

حکایت نمبر ۳۸

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ"

مجھے جتنا نفع ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال نے دیا ہے اتنا نفع کسی اور کے مال نے نہیں دیا۔ (ترمذی شریف تاریخ الخلفاء ص۳۰)

نتیجہ فکر

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت بڑی شان و شوکت ہے پنجابہ خود سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی تعریف فرمائی ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کی زندگی کا مقصد وحید یہی تھا کہ شام و سحر حضور کے ساتھ عشق کرنا اور حضور کے ارشادات پر عمل کرنا اور محبت الٰہی پر ثابت قدم رہنا اور اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا پر بنا تن من دھن غرض سب کچھ نثار کرتا تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور پرنور کے نزدیک صدیق اکبرؓ ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے اور آپ کو دربار نبوی میں مقبولیت کا درجہ حاصل تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ لوگ جو آپ کو صدیق اکبر نہیں مانتے اور آپ کے ساتھ بغض رکھتے ہیں یقیناً ان لوگوں نے اپنی عاقبت کو برباد کر لیا۔ اور یہ بھی خیال ہوا کہ

شانِ صدیق اکبر ایک محیط بیکراں ہے۔ اور آپ کی شان و شوکت کے کمال کو د
کوئی نہیں پا سکتا

رضی اللہ تعالےٰ عنہ
رضی اللہ تعالےٰ عنہ

یار کے نام پہ مرنے والا
سب کچھ صدقے کرنے والا
منزلِ عشق و صدق کا رہبر
رضی اللہ تعالےٰ عنہ
مولانا صدیق اکبر
رضی اللہ تعالےٰ عنہ

غار کا دیکھو تو وہ منظر
کون ہے بیٹھا گود میں لیکر
سرورِ عالم کا سرِ انور
رضی اللہ تعالےٰ عنہ

نورانی گودڑی

حکایت نمبر ۳۹

ایک دن سیدنا امیر المومنین ابوبکر صدیق نے اسی ہزار دینار خدا کی راہ میں خرچ کئے۔ اور گودڑی پہن کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے پوچھا کہ اے ابوبکر دنیاوی ذخیرے میں سے کچھ باقی رکھا ہے تو آپ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا اور رسول یعنی خدا اور خدا کا رسول کافی ہے۔ جونہی صدیق اکبر نے یہ کہا تو نورانی حضرت جبرئیل امین معہ ستر ہزار مقرب فرشتوں کے گودڑی پہنے ہوئے تشریف لے آئے اور سلام کے بعد عرض کی یا رسول اللہ خداتعالیٰ کا حکم ہے کہ آج ابوبکر نے ہماری راہ میں اپنا مال خرچ کیا ہے۔ اس کو ہمارا سلام کہدیں۔ اور فرمادیں کہ تم نے وہ کام کیا ہے جس میں ہماری رضا ہے اور ہم وہ کام کرتے ہیں جس میں تیری رضا ہے۔ پھر سید عالم اور تمام فرشتوں کو حکم ہوا کہ صدیق اکبر کی موافقت کی وجہ سے سب گودڑی پہنیں کیونکہ قیامت کے دن تمام گودڑی پہننے والوں کو صدیق اکبر کی گودڑی کے صدقے ہم بخش دیں گے"

(انیس الارواح ص ۱۳)

نتیجہ فکر

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دین حق کی خاطر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ قربانیاں دی ہیں اور رضائے خدا اور رضائے مصطفیٰ کے حصول کے لئے اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا۔ آپ کا یہ فعل ذات حق کو بڑا ہی پسند آیا۔ اور فرشتوں سے فرمایا کہ تم صدیق اکبر کی شکل اختیار کرو اور ان کی طرح گودڑی

پہنچ کر دربار مصطفےٰ میں حاضر ہو جاؤ۔ معلوم ہوا صدیق اکبر کی سنت کو فرشتے بھی اپناتے ہیں یقیناً صدیق اکبر کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ کہ خود خالق کائنات و مالکِ کائنات جس کی رضا و کرم کے ہر کس و ناکس طالب و محتاج ہیں اور ساقی کوثر کے صدقہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رضا چاہتا ہے۔ اور آپ کے لئے اپنا خاص سلام بھیجتا ہے۔ اور وہ بدبخت لوگ جو صدیق اکبر کی ذات مبارک پر اعتراض کرتے ہیں وہ جہنمی ہیں۔ اور خدا ان سے ناراض ہے۔ سیدنا صدیق اکبر ایک مقدس شخصیت ہیں۔ خدا اور مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے راضی ہیں:۔

حالانکہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ اپنے گھر کا سارا سامان راہ خدا اور راہ مصطفےٰ میں قربان کرنے کے بعد بارگاہ حسن و جمال میں پیش کر دیا۔ اور جب شہنشاہ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام صدیق اکبر سے رطب اللسان ہوئے۔ کہ اے صدیق گھر میں رہنے کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو آپؓ نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول۔ اسی مقام کے متعلق علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کیا ہی خوب فرماتے ہیں۔

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس

صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

گویا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی شان و شوکت ہے

حکایت نمبر ۴

سید دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام استغراقی کیفیت میں تھے۔ آپ اسی کیفیت میں مدینہ شریف کے باہر ایک باغ میں تشریف لے گئے جس میں ایک کنواں تھا۔ اس میں اپنے پاؤں مبارک لٹکا کر بیٹھ گئے۔ آپ عالم احوال میں متحیر تھے۔ ابو موسیٰ اشعری حضورؐ کے ہمراہ تھے انہیں آپ نے فرمایا کہ صحابہ کرام میں سے اگر کوئی آئے تو بغیر میری اجازت کے اندر نہ آنے دینا۔ جب امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے تو ابو موسیٰ اشعری نے اطلاع دی حضورؐ نے فرمایا۔ آنے دو۔ جب اندر آگئے تو حکم ہوا کہ میری دائیں طرف اسی طرح بیٹھ جاؤ۔ پھر امیر المومنین ذوالنورین اور امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم آئے۔ اطلاع ہونے پر اندر جانے کی اجازت ملی۔ اور حکم ہوا کہ بائیں طرف اسی طرح بیٹھ جاؤ۔ دیر تک بیٹھے رہے۔ اور حضورؐ پر نور اپنے احوال میں مسرور رہے کچھ عرصہ کے بعد فرمایا اے یارو! جس طرح ہم زندگی میں بیٹھے ہیں اسی طرح وفات کے بعد بھی ایک ہی جگہ ہوں گے اور اسی طرح ہمارا حشر بھی اکٹھا ہوگا۔ اور بہشت میں بھی ایک جگہ پر ہوں گے"

(اسرار الاولیا صہ ۱۲۴ ہشت بہشت صہ ۲۲۶)

نتیجہ فکر

ساقی کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہت بڑی شان مقدسہ ہے اور چہار سلاسل اولیاء ربانی کے دستور کے مطابق مراقبہ کرنا اور مراقبے میں مشاہدہ کرنا یہ سنت

مصطفائی ہے ۔ اور خود حضور علیہ اسلام نے بھی کیا ہے ۔ اور جو مراقبے اور مشاہدے کا انکار کرتے ہیں ۔ وہ مراقبے کی حقیقت سے بے خبر ہیں ۔ اور جمال ہمنشیں در من اثر کرد کے مصداق حضور پُر نور علیہ الصلوٰۃ وسلام کا جمالِ انور ایک ہمہ گری اور سرمدی جمال ہے ۔ وہ لوگ جو جمالِ مصطفےٰ سے فیضیاب ہوئے ہیں یقیناً تمام اقوام عالم میں بزرگی دعزت میں ارفع واعلیٰ ہیں ۔ اور آج کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں جنتی یا جہنمی ہے ۔ مگر قربان جایئے مختار دو عالم پر کہ آپ نے اپنے پیارے یاروں کو فرمادیا کہ تم لوگ جنتی ہو اور فردوس بریں میں میرے ساتھ ہوگے ۔ یعنی یہاں بھی اور وہاں بھی ایک ہی جگہ پر ہوں گے ۔ بس معلوم ہوا سیدنا صدیق اکبر سیدنا فاروق اعظم سیدنا عثمان ذو النورین سیدنا علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین جنتی ہیں ۔ اور جو لوگ ان کے جنتی ہونے میں شک کریں وہ خود جہنمی ہیں ۔ اور قولِ مصطفےٰ کو ٹھکراتے ہیں ۔ اور انہوں نے اپنی عاقبت کو خراب کیا ہوا ہے ۔ خدا بچائے دشمنان یارانِ نبی علیہ الصلوٰۃ وسلام سے

حضرت مولانا ظفر علی خان رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

ہیں ایک ہی تسبیح کی سب گرینیں
بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبیؐ
کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

ایک کرامت

حکایت نمبر ۱۴۱

ایک دفعہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی جگہ پر تشریف لے جا رہے تھے. کہ پاؤں تلے ایک چیونٹی آگئی۔ چیونٹی کی دردناک آہ سن کر آپ ٹھہر گئے۔ دایاں پاؤں اٹھا کر دیکھا تو تڑپتی ہوئی چیونٹی دکھائی دی۔ اُسے اٹھایا تو وہ مر گئی۔ اسے ہتھیلی پر رکھ کر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا اے پروردگار اگر تیری بارگاہ میں مجھے بال بھر بھی دخل ہے تو اس کی حرمت سے اس چیونٹی کو زندہ کر۔ ابھی ٹھیک طور پر یہ الفاظ کہنے بھی نہ پائے تھے۔ کہ وہ چیونٹی زندہ ہو گئی۔

نتیجۂ فکر

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خالق کائنات سے ایک خاص [illegible] تعلق تھا۔ تب ہی آپ نے مردہ چیونٹی کو دست مبارک پر رکھ کر آسمان کی طرف نگاہ مبارک اٹھا کر بارگاہ ذوالجلال میں عرض کیا تھا۔ کہ مولیٰ کریم اگر میں تمہاری بارگاہ میں محبوب ہوں۔ اور تیرے کارخانے میں مجھے کچھ دخل ہے تو ...... اس کے طفیل ...... اللہ تعالیٰ نے آپ کی نگاہ پاک کی لاج رکھ لی۔ اور وہ زندہ ہو گئی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خداوند قدوس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے اور محب دل کو اتنی قوت سماعت دی گئی کہ وہ چیونٹی یا ذرا کے نیچے کی آواز بھی سن لیتے تھے۔ اور وہ [illegible] کی تو مقبول ہوں، محبوب ہوں۔ [illegible] کے [illegible] بھی [illegible] ہیں۔

کیا انہیں دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں؟ اور کیا انہیں کائنات کے مجموعہ تمام میں کچھ بھی اختیار نہیں"

[illegible]

[illegible]

پُرنور تو وہ ہیں

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان

کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

بہرحال! تمام دنیا بھر کی ساری کی ساری نعمتیں سب صدقہ ہیں حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔ لہٰذا ان نعمتوں سے جائز طور پر فائدہ اٹھائیے کیوں کہ کائنات کی تمام اشیاء حضور علیہ السلام کے تصرف و اختیار میں ہیں۔ اور حضور ہر گھڑی ہر آن اپنی امت کے احوال سے آگاہ رہتے ہیں۔ اور جس امتی کو وہ جتنا چاہیں دے سکتے ہیں۔ اعلیٰحضرت فرماتے ہیں:۔ ؎

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا

موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں

انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

اہم ذمہ داریاں

حکایت نمبر ۲۴

[illegible]

نتیجۂ فکر

زندہ قوموں کے راہنما زندہ دل اور صاحب درد ہوتے ہیں مردہ قوموں کے راہنما [illegible] اور غدار ہوتے ہیں. باشعور قوم کا راہنما ہر گھڑی اپنی رعایا کی خبر گیری کیا کرتا ہے. قوم کے ہر افعال کا اسے پاس ہوتا ہے.

امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل و دماغ میں خوف الٰہی موجزن تھا۔ ہر وقت عامۃ المسلمین کے مال اور ایمان کا انہیں خیال رہتا تھا اور امور مملکت میں آپ ایک منتظم کی حیثیت کے مالک تھے۔ قوم و ملت کا عظیم بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتے تھے۔ چنانچہ چڑیا کی آزادی دیکھ کر یہ خیال ذہن میں پیدا ہونا بجا تھا کہ میں تو قوم و ملت کے عظیم بوجھ میں دبا ہوا ہوں۔ تو ہی مجھ سے بہتر ہے۔ و آزادی سے اڑتی پھرتی ہے۔ اسے تو کچھ حساب نہیں دینا۔ مگر میں نے تو یوم حساب کو قوم و ملت کے قول و فعل اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ گویا امیرِ

حاکم آزاد نہیں ہوتا۔ اسے ہر وقت قوم و ملت کی تکالیف کا محاسبہ کرنا ہوتا ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ حکام جو سیدنا صدیق اکبرؓ کے نقوشِ پا کی جستجو میں دیوانہ وار آگے بڑھتے ہیں۔ اور ان کے فرمودات کی راہنمائی میں عدل و انصاف کو بروئے کار لاتے ہوئے خالقِ کائنات اور ساقیٔ کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضاجوئی کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ اور قابلِ نفرت وہ لوگ ہیں جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا امیر و حاکم اور خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین تسلیم نہیں کرتے بلکہ ان کو برے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ اور خود ہر وقت دنیا جہان کی عیش و عشرت میں غلطاں رہتے

اے غافلو! کبھی تو ادھر کی بھی خبر لو
ایسی بھی ذلالت الفتِ دنیا نہ چاہیئے

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فطرتاً نہایت ہی رقیق القلب و رقیق الجذبات تھے۔ جب آپؓ قرآن شریف پڑھتے تو ترہیب و ترغیب کے موقعوں پر بے اختیار رو دیا کرتے تھے آپؓ کے اس رونے کا اثر قریش کی عورتوں اور ان کے بچوں پر بہت پڑنے لگتا۔ جو کہ آپ کے چبوترہ کے ارد گرد جمع رہتے تھے۔ یہ منظر مشرکین قریش کے خلاف گذرتا تھا۔ کیونکہ تبلیغ اسلام کا یہ ایک موثر ذریعہ تھا گویا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہر کردار اور ہر افعال سے دینِ اسلام کو فروغ ملتا رہا۔ پھر کتنے تنگ دل ہیں وہ لوگ جو کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ برحق نہیں مانتے۔ بلکہ الٹا ان کی ذاتِ گرامی پر طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ ایسے احباب کو ہوش و حواس سے کام لینا چاہیئے کہ آپؓ اصحابِ رسول ہیں:-

تقدیس منشور

حکایت نمبر ۴۳

خلافتِ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعلان ہوتے ہی سیدنا امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کے ایک عظیم الشان اجتماع کو جمع فرمایا۔ اور اُن کو ایک خطبہ نورانی دیا۔ حضرت امام زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا:۔

وَاللّٰہِ مَا کُنْتُ حَرِیْصًا عَلَی الْاِمَارَۃِ یَوْمًا وَّلَا لَیْلَۃً وَّلَا کُنْتُ فِیْہَا رَاغِبًا وَّلَا سَئَلْتُہَا اللّٰہَ فِیْ سِرٍّ وَّعَلَانِیَۃٍ وَّمَالِیْ فِی الْاِمَارَۃِ مِنْ رَاحَۃٍ۔

اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے کبھی دن رات خلافت کی نہ حرص کی اور نہ ہی مجھے اس کی خواہش تھی۔ اور نہ میں نے کبھی اللہ سے ظاہر و باطن میں اس کی طلب کی۔ اور نہ ہی خلافت میرے واسطے خوشی ہے۔
یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد پھر رطب اللسان ہوئے۔
لوگو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں۔ لیکن میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں نیک کام کروں تو اس میں میری مدد کرو۔ اگر بُرا کام کروں تو مجھے ٹوکو۔ صدق

اصولوں کے دلدادہ ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح معنوں میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
سچے اور پکے خادم تھے۔ نیز یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ خلیفۃ المسلمین مقرر ہونے
[illegible] وہ حقیقۃً [illegible] ہیں۔

[illegible]

[illegible] سکتے

[illegible] ہیں۔ بلکہ آپ نے تو
تمام مسلمانوں کو بھی آزادی دے رکھی کہ اگر تم اپنے خلیفہ کو غلط راستہ پر جاتا
دیکھو تو اس کا سدِ باب کرو اور اس کو سیدھے راستے پر گامزن کرنے کے لئے
مجبور کرو۔ اگر وہ اپنے منشور یعنی حلفِ وفاداری اٹھاتے وقت جن جن باتوں
کا اقرار کیا ہے۔ وہ پورا نہیں کرتا تو اس کی بالکل اطاعت نہ کرو۔
افسوس! صد افسوس! موجودہ دور کے اعلیٰ حکام پر جنہیں اپنے حلفِ
وفاداری کا ذرا بھی پاس نہیں۔
”حلف“ ایک مقدس قرار نامہ ہوتا ہے۔
جس کا پابند ہونا کائنات کے نزدیک لازم و ملزوم ہوتا ہے۔
مگر ہائے۔ اس مقدس منشور کا کوئی بھی پابند نہیں۔ صرف ہمارے حکام
زبانی جمع خرچ کی تیلی سے مطابق حلفِ وفاداری اٹھاتے ہیں۔ ان نام نہاد حکام
کو چاہیئے۔ کہ وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے منشور کو صبح و شام اپنے پیش نظر رکھیں
اور ان کے افعال و اقوال کو اپنانے کی کوشش کریں۔ خداوند قدوس بطفیل حبیب
لوگ انہیں ایمانی بصیرت اور جذبہ صدیقی سے ہمکنار کرے۔ اور قرونِ اولیٰ
کے اولیاء ربانی کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت کرے ؛

رزم گاہ میں خواب

حکایت نمبر ۴۴

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آخری ایام تھے۔ ملک شام میں حق و باطل کا معرکہ برسرپیکار تھا۔ اور کفار کا لشکر بڑی ہی سراسیمگی کی حالت میں پسپا ہو رہا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فتح و نصرت کے پرچم گاڑتے ہوئے دین مصطفیٰ کا ڈنکا بجاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور ابھی دمشق فتح کرنے کا منصوبہ در پیش تھا۔ مگر دمشق شہر کے فتح کرنے میں مسلمانوں کو طرح طرح کی دقتیں پیش آ رہی تھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس الجھن و مصیبت میں پریشان تھے۔ امیر لشکر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی پریشانی و حیرانی کے عالم میں اپنے خیمے میں تشریف لے گئے۔ آپ پر نیند کا غلبہ ہوا۔ اور خواب استراحت کے عالم میں دیکھا کہ میرے خیمے میں حضور دانائے غیوب رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے۔ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بشارت دی کہ "اے ابوعبیدہ! مسلمانوں سے کہہ دو کہ آج یہ مقام فتح ہو جائے گا۔ اطمینان رکھیے"

یہ فرما کر حضور دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت جلدی واپسی کا عزم فرمایا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس مصیبت کے وقت حضور کو اتنی جلدی کیوں ہے؟ اور کیوں تشریف لے جا رہے ہیں؟

حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اے ابوعبیدہ! آج ابوبکر کی وفات ہو گئی ہے۔ میں ان کا جنازہ پڑھانے جا رہا ہوں [illegible]

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے جنازہ پر واپس جاناہے یہ فرماکر بادیٔ بے کساں فخر کون ومکاں واپس رزم گاہ سے تشریف لے گئے۔ (سیرۃ الصالحین صد ۹۳)

نتیجۂ فکر

ہمارے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یقیناً حیات النبیؐ ہیں۔ اور بعد از وصال بھی اُمت کی خبرگیری فرماتے ہیں۔ اور اپنے تمام پیراؤں کی پشت پناہی بھی کرتے ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ رزم گاہ میں جب کفر واسلام برسرپیکار تھا۔ اور لڑائی کا نقشہ کچھ ایسا عجیب ہوگیا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم سکوت وحیرانی کے عالم میں فتح دمشق کے متعلق سوچ رہے تھے۔ کہ مخفی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ دیکھا نہ گیا کہ میرے اُمتی حیران و پریشان ہوں۔ لہٰذا مسلمانوں کی آپ نے دستگیری فرمائی۔ اور فتح ونصرت کی خوشخبری بھی سنادی۔ چنانچہ ہم مسلمانوں پر یہ بھی واضح ہوجاتا ہے۔ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاص الخاص تعلق ورابطہ تھا۔ اور یہاں بھی اور وہاں بھی۔ صدیق اکبر پر آپ کی ایک خاص نظر شفقت نظر رحمت رہی۔ اور آپ کے وصال شریف کی خبر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگ کی حالت میں پہنچا دی

گویا! سیدنا صدیق اکبر! حضورؐ کے منظور نظر صحابی تھے۔ اس لئے حضورؐ آپ کے جنازہ پر بھی تشریف لے گئے۔

اور وہ لوگ جو سیدنا صدیق اکبر کو صحابی بھی نہیں مانتے اور آپ کی ذاتِ گرامی پر طعن بازی کرتے ہیں۔ خود ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ کتّے کی موت مرتے ہیں۔ اور مرنے کے بعد ان کی لاشوں کو کار پوریشن والے بھی نہیں سنبھالتے۔ چہ جائیکہ وہ بارگاہ مصطفائی کے مقبول

صحابی کی ذات پر انگشت نمائی کریں۔ اور ان کے صدیق ہونے کا انکار کریں
حالانکہ جن کے صدیق اکبر ہونے کی شہادت خود مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ
عنہ بھی دیں۔ اور تمام صحابہ کرام کے نزدیک صدیق اکبر ہونا مسلّم ہو۔ ان
کی شان و شوکت۔ عزت و عظمت کو حاسد بھی کم نہیں کر سکتے۔ یونہی نعیمی
صدیق ہیں جلتے رہیں گے ::

بزرگو! سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے
والد محترم حضرت سیدنا امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہما کے پاس ایک
شخص آیا۔ اور کہنے لگا، حضور! "ابوبکر" کی کوئی بات کہیے۔ امام زین العابدین نے
فرمایا۔ حضرت صدیق کی؟ سائل نے حیران ہو کر پوچھا "ابوبکر" کو آپ بھی صدیق
کہتے ہیں؟

تو سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ غضب ناک ہوئے "ان کا نام
خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین اور انصار نے رکھا ہے۔ اور جو
ان کو صدیق نہیں مانتا خدا تعالیٰ اس کی بات کو دنیا و آخرت میں سچا نہ کرے
جاؤ! ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں کی محبت پیدا کرو"

گویا! حضرت ابوبکر صدیق اعظم رضی اللہ عنہ کی وہ شان مبارک ہے کہ
خود اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم انہیں "صدیق" تسلیم فرماتے ہیں۔ اور
جو انہیں "صدیق" نہیں مانتا اسے وہ جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اب ان نام نہاد محبان
اہل بیت کو چاہیے۔ کہ وہ اہل بیت عظام سے سبق حاصل کریں۔ حالانکہ اہل
بیت کا یہی سبق سچی ہے۔ کہ "سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم
رضی اللہ عنہما سے محبت پیدا کرو"

اب جو شخص بھی ان دونوں سے محبت نہیں رکھتا۔ وہ اہل بیت سے
بھی محبت نہیں رکھتا۔ صرف زبانی جمع خرچ کی مانند ہیں ::

خلیفۂ اول کا کفن

حکایت نمبر ۴۵

وقتِ وصال احمدِ مرسل کا یارِ غار
کہتا تھا عائشہؓ سے کہ نورِ نگاہِ من
جب تین چادروں میں پیمبر ہوئے تھے دفن
اتنا ہی میرے واسطے کافی ہے بس کفن
اک چادر اور ہے مری میّت کے واسطے
دھو دو میرے تن پہ ہیں جو چادریں کہن
کی عرض عائشہؓ نے کہ اے پدرِ محترم
اے مایہ دارِ خُلقِ نبیؐ ، نازشِ وطن
اے آسمانِ صدق کے تابندہ ماہتاب
اے بزمِ رسولؐ کے فانوسِ ضو فگن

اے بعد انبیائے جہاں افضل البشرؐ
شاداب جس کے دم سے نبوّت کا ہے چمن

اے منبعِ سخاوت و احسان و حلم و زہد
اے معدنِ تدبّر و دانائی علم و فن

اے وہ کہ جس کی ذات ہے بیکس کی پردہ دار
لیتا ہے جس سے جامۂ نو ہر برہنہ تن

یہ امر اقربا کو گوارا ہو کس طرح
اس کے کفن کے واسطے ہو چادر کہن

توفیق دی ہے ہم کو جو ربّ کریم نے
تکفین کی غرض سے خریدیں نیا کفن

دُختر کی التجا کا پدر نے دیا جواب
جو تھا فدائے شیوۂ سرکارِ ذوالمنن

ماخوذ از معارف اعظم گڑھ، سلسبیل لاہور
ص ۱۳ جلد ۵ شمارہ نمبر ۲

نتیجۂ فکر

اے نور دیدۂ جگر کو یہ ابتک خبر نہیں
ہوتا ہے ریشم و خون ہی کی خاطر فقط کفن
زیبا ہیں جسم زندہ ہی کو جامہ ہائے نو
شایاں ہیں مردہ تن کے لئے جامۂ کہن

رفیقِ قبر

حکایت نمبر ۱۶۴

وفات کے وقت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف
ترسیٹھ ۶۳ سال کی تھی۔ آپ نے وصال سے پہلے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے کہہ رکھا تھا کہ میرے جنازے کو تیار کرکے حجرہ شریف جس میں سید دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار انور ہے۔ کے سامنے رکھکر عرض کرنا۔ السلام
علیک یا رسول اللہ۔ یہ ابوبکر آپ کے دروازے پر حاضر ہے
پھر جیسا حکم ہو کرنا۔ صدیق اکبر نے دوشنبے کے دن ۲۱ جمادی الاخری سنہ ۱۳ھ
مطابق ۲۲ اگست ۶۳۴ء کو مدت ۲، ۳ ماہ کی خلافت کے بعد خلعتِ ادا نے

داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے جنازہ کو حجرہ شریف کے سامنے رکھکر مولا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ آپ کے رفیقِ غار آپ کے دروازے پر حاضر ہیں۔ اور ان کی تمنا آپ کے حجرہ شریف میں دفن ہونے کی ہے۔ اگر حکم صادر فرمائیں تو حجرہ شریف میں دفن کیا جائے۔ یہ سُن کر حجرہ شریف کا دروازہ جو پہلے بند تھا خود بخود کھل گیا۔ اور روضۂ انور سے یہ آواز آئی۔

اُدْخُلُوا الْحَبِیْبَ فَاِنَّ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ مُشْتَاقٌ۔

حبیب کو حبیب سے ملا دو کیونکہ حبیب کو حبیب سے ملنے کا اشتیاق ہے حجرہ شریف سے اجازت ملنے کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک میں آپ کو اس ہیئت سے دفن کیا گیا کہ صدیق اکبر کا سر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاندھوں کے متوازی رکھا اس طرح جو "رفیقِ غار" تھا وہ رفیقِ قبر بھی بن گیا۔

(سیرۃ الصالحین صہ ۹۲
تحفۃ الاعظم وتحسین صہ ۲۰
تفسیر کبیر صہ ۴۶۵ جلد ۵)

تیتر و فکر

سیدنا امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزت عظمت اور شان و شوکت اس بات سے عیاں ہے کہ آپ تمام انبیاء کے بعد افضل و اعلیٰ ہیں۔ اور آپ کا کوئی بھی ثانی نہیں کیونکہ آپ نے حیات و ممات

بھی کبھی اتباع رسول، خود کی اور دوسروں کو بھی یہی تلقین فرمائی۔ آپ نے اپنی تمام زندگی سید دو عالم پر نچھاور کر دی اور ہر مصائب میں برابر شریک حال رہے۔

زندگی میں آپ حضور کے ثانی اثنین فی الغار ہیں
اور بعد از وصال آپ ثانی اثنین فی المزار ہیں

گویا! آپ زندگی میں بھی بے نظیر و بے مثال اور آپ کا کوئی دوسرا ثانی نہیں

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:۔

سایۂ مصطفےٰ مایۂ اصطفےٰ
عزّ و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام
اصدق الصادقین سید المتقین
چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

باب چہارم

امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

مطلوبِ رسول

حکایت نمبر ۴

نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی۔ اے اللہ!

عمر بن الخطاب کے وجود سے اسلام کو عزت دے۔" حضور علیہ السلام کی دعا ہو اور پھر قبول نہ ہو چنانچہ ادھر تو یہ دعا ہوئی اور ادھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک ننگی تلوار لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے گھر سے چل پڑے۔ راستے میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ عمرؓ کے سخت تیور اور ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھ کر اس نے پوچھا "عمرؓ! خیر تو ہے! کہاں کا ارادہ ہے؟" عمرؓ بولے۔ "محمد کا کام تمام کرنے کا" اس شخص نے کہا۔ اپنے گھر کی خبر لو تمہاری بہن اور تمہارے بہنوئی اسلام قبول کر چکے ہیں۔

حضرت عمرؓ اسی وقت بہن کے گھر پہنچے اور انہیں خوب مارا پیٹا۔

یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گئیں اس عالم میں کہ اس نیک بی بی کے بدن سے خون
جاری تھا۔ وہ بولیں کہ: "توڑ دو گر ہڈیاں میری سبھی :: دامنِ احمد نہ چھوڑوں گی کبھی
عمر! تم جو چاہو کرو۔ اسلام اب دل سے نہیں نکل سکتا ہے۔ بہن کے
اس جملے سے عمر متاثر ہو گئے اور نرم پڑ گئے۔ ان کے اصرار پر ان کی
بہن نے قرآن شریف کی آیتیں سنائیں۔ جنہیں سن کر عمر کے دل میں
ایمان کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ وہاں سے سیدھے کاشانۂ نبوت پر پہنچے اور نبی
اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کر لیا۔
حضور کو عمر کے اسلام لانے کی اتنی خوشی ہوئی کہ بے ساختہ "اللہ اکبر!"
کا نعرہ بلند فرمایا۔ تمام صحابہ نے اس نعرے کی ٹیپ لے دی جس کے
شور سے مکے کی پہاڑیاں گونج اٹھیں"۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۷، نزہۃ المجالس صفحہ ۲۱۳ ج ۲)

محسنِ اعظم صفحہ ۱۲۷

تبصرہ [illegible]

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا کفر کی شکست اور اسلام کی فتح و نصرت کا پیش خیمہ تھا۔ سارے صحابہ کرام علیہم الرضوان بہت بڑی شان اور بڑے مرتبے کے مالک ہیں۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ ایک امتیازی شان و شوکت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمر کے مسلمان ہونے کی بارگاہِ الٰہی میں دعا بھی کی تھی۔ کس قدر خوش نصیب تھے فاروق اعظم کہ ان کا ایمان اور اسلام مطلوبِ رسول تھا۔ اور ظاہر ہے کہ جو چیز بھی تمنا اور دعا سے حاصل کی جائے وہ بڑی محبوب ہوتی ہے۔ پھر وہ لوگ جو حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خلاف بولتے ہیں وہ گویا مرضیِ مصطفیٰ کے خلاف ہیں"۔

خطبہ فاروقی

حکایت نمبر ۴۸

سیّدنا امیر المومنین حضرت صدیق اکبرؓ کے دورِ خلافت میں سیّدنا
فاروق اعظم (رضی اللہ عنہم) کو معتمد علیہ، مشیر اور رفیق کی حیثیت حاصل تھی
سیّدنا صدیق اکبرؓ کو سیّدنا فاروق اعظم کی اصابتِ رائے اور مشورے
پر اعتماد تھا۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق ان کی
وفات کے بعد حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر ۲۲
جمادی الثانی ۱۳ھ ہجری بروز سہ شنبہ مدینۃ الرسول میں تمام صحابہ رضی اللہ
عنہم نے بیعت کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں فطری طور پر تندی و تیزی
پائی جاتی تھی۔ آپ کی اس مزاجی کیفیت نے اسلام کو غالب کرنے کا عظیم
کارنامہ انجام دیا۔ کیسا ہی نازک موقع اور سخت معرکہ کیوں نہ ہو۔ حضرت
سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پریشان نہ ہوتے تھے۔ بلکہ حوادث سے ٹکرا
کر توان کی شانِ جلالت اور چمک اٹھتی تھی۔ چنانچہ زمامِ خلافت سنبھالنے
کے بعد سیّدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبرِ رسول پر
جلوہ افروز ہو کر عوام الناس سے خطاب کرتے ہوئے یوں رطب اللسان
ہوئے:

"مجھے معلوم ہے کہ لوگ میری سختی سے ڈرتے اور میری درشتی سے
لرزہ براندام رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عمرؓ اس وقت بھی ہم پر سختی کرتا تھا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ہمارے سروں پر تھا۔ پھر اس وقت بھی تم سے سختی کے ساتھ پیش آتا رہا۔ جب ہمارے اور اس کے درمیان حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حائل تھے۔ لیکن اب کیا ہوگا؟ جب کہ تمام معاملات اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ جو کوئی بھی ایسی باتیں کہتا ہے وہ ٹھیک ہی کہتا ہے۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر و باریاب رہنے اور حضور کی مصاحبت کا شرف حاصل تھا۔ میں سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطیع و فرمانبردار اور رازدار رہا کرتا تھا۔ اور کوئی نہ تھا جو نرمی اور رحم دلی میں آپ کو پہنچ سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے:۔

"وہ مومنوں کے لئے راحت و رحمت کا سرچشمہ ہیں"

بارگاہ رسالت میں میری حیثیت ایک برہنہ شمشیر کی سی تھی جب حضور چاہتے مجھے نیام میں فرما لیتے اور جب چاہتے اذن کارعطا فرماتے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں اسی طرح رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یاد فرمایا۔ حضور آخر وقت تک مجھ سے خوش رہے اس پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور اس سعادت پر مجھے فخر ہے اس کے بعد مسلمانوں کی زمام کار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی۔ جن کے تحمل، کرم۔ اور نرمی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور میں ان کا بھی اطاعت گذار اور مددگار و رفیق رہا۔ اپنی سختی کو ان کی نرمی میں سمو دیتا میں ایک برہنہ شمشیر تھا جسے وہ نیام میں کر لیتے تھے۔ یا اپنا کام کرنے کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ میں اسی طرح ان کے ساتھ بھی رہا۔ یہاں تک کہ اللہ ذوالجلال نے انہیں ہم سے جدا کر دیا۔ وہ دم واپسیں مجھ سے خوش

رہے ـــــ اور ـــــ

اے لوگو اب تمہارے معاملات کی ذمہ داری میرے شانوں پر رکھ دی گئی ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ سختی اب نرمی میں بدل گئی ہے لیکن ان لوگوں کے لئے بدستور قائم ہے جو مسلمانوں پر ظلم اور زیادتی کرتے ہیں۔ رہے وہ لوگ جو امن و سلامتی سے رہتے اور جرأت ایمانی رکھتے ہیں۔ سو ان کے لئے میں سب سے زیادہ نرم ہوں۔ اگر کوئی کسی پر ظلم یا کسی کے حق پر زیادتی کرے گا تو میں اس وقت تک اسے نہیں چھوڑوں گا۔ جب تک اس کا ایک رخسار زمین پر نہ لگا دوں اور دوسرے رخسار پر اپنا پاؤں نہ رکھ دوں تاکہ وہ حق کے سامنے سپر انداز ہو جائے

لوگو! مجھ پر تمہارے چند حقوق ہیں۔ جو میں تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔ اپنے یہ حقوق مجھ سے حاصل کرو۔ مجھ پر تمہارا یہ حق ہے کہ تمہارے خراج اور اس غنیمت میں سے جو اللہ تعالے انہیں عطا کرے کوئی چیز ناحق نہ لوں مجھ پر تمہارا یہ حق ہے کہ (انشاءاللہ) میں تمہارے عطیات و وظائف میں اضافہ اور تمہاری سرحدوں کو مستحکم کر دوں اور مجھ پر تمہارا یہ حق ہے کہ تمہیں ہلاکت میں نہ ڈالوں تمہیں گھر واپس آنے سے نہ روک رکھوں۔ اور جب تم جنگ پر جاؤ تو ایک باپ کی طرح تمہارے اہل و عیال کی نگہداری کروں۔

اللہ کے بندو!

اللہ سے ڈرو مجھ سے درگذر کر کے میرا ہاتھ بٹاؤ۔ نیکی کے احکامات کی تعمیل کرانے اور برائی سے روکنے میں میری مدد کرو اور تمہاری جو خدمات اللہ تعالیٰ نے میرے سپرد کی ہیں ان کے متعلق مجھے نصیحت

کرو۔ میں تم سے یہ بات کہہ رہا ہوں اور اپنے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کر رہا ہوں

(محسنِ اعظم محسنین صفحہ ۱۲۶ تا ۱۲۲ام)

تبصرہ فکر

شہنشاہِ دو جہاں حبیبِ کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو تعلیم و تربیت دی تھی اور اپنے تبلیغی جدوجہد سے نوازا تھا اس کے نشانات و آثار ان خطبہ مبارک میں واضح طور پر نظر آ رہے ہیں۔ سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ حکومت اپنی خداداد برکتوں، عظمتوں۔ رفعتوں۔ شجاعتوں کے علاوہ اس اعتبار سے بھی ممتاز و ارفع ہے کہ بہت سے ملک فتح ہو کر اسلامی حکومت میں شامل ہوئے۔ نجد۔ حجاز اور یمن کے علاوہ مصر عراق۔ بیت المقدس۔ جزیرہ خوزستان۔ آرمینیہ۔ آذربائیجان۔ فارس کرمان۔ خراسان اور مکران خلافتِ فاروقی کے زیرِ نگین تھے۔ اسلام کے غلبے کا یہ عالم تھا کہ اس وقت دنیا کی جو طاقت بھی مسلمانوں سے ٹکرائی وہ پاش پاش ہو گئی۔ دنیا میں بہت بڑے بڑے فاتح اور کشور کشا گزرے ہیں۔ لیکن جب سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے آج تک کوئی شخص بھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا عظیم فاتح و کشور کشا نہیں گزرا۔ جو آپ کے برابر فتوحات اور عدل و انصاف دونوں کا جامع ہو۔ نیز آپ نے اقوامِ عالم کے رہبروں کو حکومت کرنے کے نئے قوانین بتلائے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ قوم و ملت اور دینِ مصطفائی کے سچے ترجمان اور نگہبان تھے ؛

اہم فیصلہ عمرؓ

حکایت نمبر ۴۹

ساقیِ کوثر فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس زمانہ میں ایک یہودی اور ایک منافق میں کسی بات پر آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ یہودی چاہتا تھا کہ جس طرح بھی ہو میں اسے حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ و سلام کی بارگاہِ عالیہ میں لے چلوں۔ چنانچہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ اور منافق کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عدالت میں لے آیا۔ اور شہنشاہِ عرب و عجم نے واقعات سن کر فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا۔ وہ منافق یہودی سے کہنے لگا کہ میں تو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلوں گا۔ اور ان کا فیصلہ منظور کروں گا۔ یہودی بولا عجیب آدمی ہو۔ کوئی بڑی عدالت سے ہو کر چھوٹی عدالت میں بھی جاتا ہے؟ جب تمہارے پیغمبر محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) فیصلہ دے چکے تو اب عمرؓ کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟ مگر وہ منافق نہ مانا۔ اور اس یہودی کو لے کر حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اور سیدنا عمر سے فیصلہ طلب کرنے لگا۔ یہودی بولا جناب! پہلے یہ بات سن لیجئے کہ ہم اس سے قبل محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ لے آئے ہیں۔ اور حضور نے فیصلہ میرے حق میں دیا ہے۔ مگر یہ شخص اس فیصلہ پر مطمئن نہیں۔ اور اب یہاں آپ کے پاس آ پہنچا ہے۔ سیدنا فاروق اعظم

رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو آپ نے فرمایا اچھا ٹھہرو۔ میں ابھی آیا۔ اور ابھی تمہارا فیصلہ کرتا ہوں۔ یہ کہکر آپ اندر تشریف لے گئے اور پھر ایک تلوار لے کر نکلے۔ اور اس منافق کی گردن پر یہ کہتے ہوئے مار دی کہ "جو حضور کا فیصلہ نہ مانے اس کا فیصلہ یہ ہے"۔

حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ واقعی عمر کی تلوار کسی مومن پر نہیں اٹھتی، اس کے بعد پھر خالق کائنات نے بھی یہ آیت مبارکہ نازل فرمادی

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ الخ

"تیرے رب کی قسم! یہ لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک تمہیں یا رسول اللہ اپنا حاکم نہ مان لیں اور تیرا فیصلہ تسلیم نہ کریں۔"

(قرآن شریف پ ۵ سورۃ النساء آیت ۶۵ تاریخ الخلفاء ص ۸۸)

نتیجۂ فکر

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید دو عالم آقائے رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محبوب و مقبول صحابی تھے۔ آپ کا شمار ممتاز ترین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا تھا۔ حضور علیہ السلام ہمیشہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے خوش رہے۔ اور حضور ہی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق کا خطاب عنایت فرمایا۔

واقعی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ذات حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی تھی۔ چنانچہ سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا اس بات پر کامل ایمان و یقین تھا کہ حضور صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام حاکم اعلیٰ ہیں۔ اور حضور کا فیصلہ ہی مومن کے لئے واجب العمل واجب الاطاعت ہے۔ اور جو شخص بھی حضور ساقی کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیصلہ یا حکم۔ غرض ارشاد تسلیم نہ کرے وہ کافر ہے۔ بلکہ خود خداوند قدوس جل وعلا نے بھی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا:

اے میرے محبوب پاک محمد تیرے رب کی قسم کوئی مومن اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب کہ وہ زندگی کے ہر معاملہ میں آپ کی حکومت کو تسلیم نہ کرے گا۔

گویا! ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تائید فرماتے ہیں اور خالق کائنات بھی تائید فرماتا ہے۔

خدا اور مصطفےٰ کے فرمان مقدس سے صاف بر عیاں ہوتا ہے۔ کہ فاروق اعظم واقعی فاروق اعظم ہیں۔ اور آپ حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔ لہٰذا جو شخص بھی آپ کو فاروق اعظم نہ مانے وہ کافر ہے"۔

علمِ فاروق رضی اللہ عنہ

حکایت نمبر ۵

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ میں سو رہا تھا۔ سوتے میں ایک پیالہ میرے سامنے لایا گیا جس میں دودھ تھا۔ میں نے اس میں سے پیا۔ یہاں تک کہ تازگی اور سیرابی میرے ناخنوں سے نکلنے لگی۔ پھر جو بچا وہ میں نے عمر بن خطاب کو دے دیا۔ لوگوں نے عرض کیا اس کی تعبیر کیا ہے؟ یا رسول اللہ۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس کی تعبیر علم ہے۔

(صحیح مسلم شریف صفحہ ۲۷۴ ج ۲)

نتیجۂ فکر

اس حدیث شریف سے متعلق اہل تعبیر نے فرمایا ہے۔ کہ جو کوئی دودھ کھاتے پیتے ہیں خواب میں۔ اس کو علم نصیب ہوگا۔ اس واسطے کہ علم سبب ہے روح کی زندگی کا۔ جیسے دودھ سبب ہے بدن کی زندگی کا خصوصاً حالتِ طفولیت میں پھر اس حدیث شریف سے نہایت عمدہ شان وشوکت اور فضیلت حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ظاہر ہوتی ہے۔ کہ آپ "علم نبوت کے بڑے رازدار تھے"۔ اسی سبب سے ان کو خلافت اور ملک داری میں کمال لیاقت تھی۔

اوروں کو نہ تھی۔ سیدنا عمرؓ کی شجاعت و عظمت اور تدبیر سیاست حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تدبیر اور سیاست کا نمونہ تھی۔ آپ کی خلافت کے ایام میں دین اسلام بہت پھیلا۔ اور مسلمانوں کو عزت اور عظمت، اور حکومت اور شوکت حاصل ہوئی چار ہزار بڑے بڑے شہر فتح ہوئے۔ اور چار ہزار مسجدیں بنائی گئیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا احسان قیامت تک ہر مسلمان کی گردن پر ہے۔ اور جو مسلمان حق شناس ہے۔ وہ قیامت تک سیدنا عمرؓ کا شکر گذار ہے۔ جن کے تدبر سیاست سے دین اسلام اور عظمت مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چار سو عروج و اقبال کی مقدس بلندیاں ملیں۔

فاروق کا محل

حکایت نمبر ۱۸۵

ایک دن حضور نور الہٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد گرامی فرمایا کہ میں نے جنت میں ایک عظیم الشان سنہری محل دیکھا۔ اور پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے۔ فرشتوں نے بتایا کہ یہ سنہری محل ایک عربی کا ہے۔ میں نے کہا میں بھی عربی ہوں۔ فرشتے بولے ایک قریشی کا ہے۔ میں نے کہا میں بھی قریشی ہوں پھر فرشتے بولے یہ سنہری محل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک امتی کا ہے۔ میں نے کہا۔ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں

تبادؔ میرے کس اُمتی کا ہے ؟
فرشتوں نے بتایا! یہ محل حضرت عمر بن الخطاب کا ہے -
(الصواعق المحرقہ صہ۵۹)

نتیجہ و فکر

حضرت سیدنا و مولانا عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بہت بڑی شان و شوکت ہے۔ اور آپ بارگاہ ذوالجلال اور بارگاہ بنی الوریٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں محبوب اور مقبول اور منظور نظر ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ خالق کائنات اللہ رب العزت نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے واسطے جنت میں ایک سنہری محل تیار فرمایا ہے۔ بھر جو کوئی اتنی بڑی ارفع و اعلیٰ ہستی مبارک سے بغض و عداوت رکھے تو اس شخص کا نامہ اعمال سیاہ کیوں نہ ہوگا اور وہ دین و دُنیا سے زائد کیوں نہ ہو گئے ؟

ایک چور

حکایت نمبر ۱۲

امیر المومنین جانشین رسول شفیق سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ایک چور کو آپ کے حضور پیش کیا گیا۔ مجرم کا جرم ثابت ہونے پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا

اس واقعہ کو زبدۃ العارفین حضرت جلال الدین رومی مثنوی شریف میں لکھتے ہیں۔ اس کا اردو منظوم ترجمہ سنئے!

چوری کرنے ایک دن دربلہ چا
عہد میں فاروق کے پکڑا گیا

واسطے جب اس کو حضور دیں پناہ
اور ثابت ہو گیا اس کا گناہ

اس مجسم عدل نے فتوے دیا
ہاتھ کاٹو ہے یہی اس کی سزا

سن کے یہ چلا اٹھا وہ بے شعور
رحم کیجے ہے مرا پہلا قصور

پاس والوں نے سفارش کی بہت
عفو و رحمت کی سفارش کی بہت

اک نہ مانی اور کہا فاروق نے
حد کرو جاری کی ہمارے سامنے

جھوٹ بکتا ہے یہ ہے مجھ کو یقین

بھولی اس کی یہ خطا ہرگز نہیں

ہے یہ میرے رب کی پرستاری سے دور

اس نفس کی ہے یہ خطا کا ستہ دور

پھر نصیحت اپنے بندے کو کرے

اور توبہ کی نہ دے فرصت اُسے

(موتیوں کا ہار صـ۱۰۰

نتیجہ فکر

یہ سمجھ بندہ کہ مل جائے گا اب

چشم پوشی بارہا کرتا ہے رب

باز آتا ہی نہیں جب بے حیا

رسوا کرتا ہے اُسے پھر برملا

قرآن اور حکومت

حکایت نمبر ۵۳

ہمارے سلسلہ چشتیہ نظامیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مقبول مرد کامل خواجۂ خواجگان رہبر طریقت واقف رموز شریعت حجۃ السالکین حضرت مولانا نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا اے خلیفۃ المسلمین مجھے کہیں کی حکومت دیجئے۔ سیدنا فاروق اعظم نے پوچھا۔ قرآن شریف پڑھا ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں آپ نے فرمایا اول قرآن شریف پڑھ پھر آ تجھ کو کسی ملک کا حاکم بنا دوں اس وقت یہی قاعدہ تھا کہ موافق حکم قرآن کے کام کیا کرتے تھے جو کام جانتا وہ امیر نائب ہوا کرتا جو نہ جانتا اس کو حکومت نہ ملتی۔ غرض اس جوان نے جا کر قرآن شریف پڑھا اور پھر جناب جانشین رسول الثقلین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور حاضر ہوا۔ چنانچہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں پر تشریف لے جا رہے تھے۔ اتفاقاً وہی جوان آپ کو راستے پر چلتے چلتے مل گیا۔ آپ نے اس سے فرمایا:-

یا فلان لم ما لاقیتنی ؟ قال یا امیر المومنین لست من تھجر ولکن وجدت انہ من القرآن اغنانی عن عمرؓ قال عمر رضی اللہ عنہ ما تلک الایۃ ؟ فقرا " ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب :

اس شخص نے کہا کہ حضور جب سے یہ آیت کریمہ میں نے پڑھی ہے میرے تمام فکر دور ہو گئے ہیں اور میں نے دروازہ اپنا بند کر لیا ہے۔ اور یہ رسائی اختیار کر لی ہے۔ نا معلوم رزق دافر کہاں سے آ جائے۔ اب مجھے

حاجت تلاش کی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ میرا نگہبان ہے

(ذخیرۃ المجالس صد ۱۱۹ مجلس انتالیسویں ۳۹)

نتیجۂ فکر

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عدل و انصاف اور رشد و ہدایت کے منبع عظیم اور فیوض و برکات کی جامع تصویر تھے۔ آپ ہر حال میں ہر گز تلقین رسول فرمایا کرتے تھے۔

آپ کے در انور سے کوئی بھی سائل خالی دامن لئے واپس نہیں جایا کرتا تھا۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی اور دوسروں کو بھی قرآن حکیم کے ارشادات پر عمل کرنے کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ اسی کے صدقے سے ان نفوس حق کی تمام تکالیف دور ہو جایا کرتی تھیں۔ نیز قرون اولیٰ کے مقبولانِ حق کا یہ دستور تھا جو شخص بھی قرآن و حدیث پر مکمل عبور رکھتا اس کو حکومت و امارت میں عدل و انصاف کرنے کے واسطے جگہ دی جاتی تھی اور وہ لوگ قرآن و سنت پر عمل پیرا ہو کر دنیا جہاں میں کامیاب و کامران ہوئے مگر افسوس آج ہم نے اپنے اسلاف کے افعال کو چھوڑ دیا۔ قرآن و حدیث کے اسرار و رموز کو اپنانے سے انکار کر دیا اور اغیار کی صورت و سیرت کو اپنا لیا ہے

آج ہماری حالت یہ ہے:۔

طاق دل میں چراغ انگریزی　　سر کے اندر دماغ انگریزی

چال انگریزی ڈھال انگریزی　　جسم کا بال بال انگریزی

جسم ہندی میں جان انگریزی　　منہ کے اندر زبان انگریزی

چل رہا ہے گلا تو چل جائیے

لیجیے صاحب سے اپنا مل جائیے

گویا ہم نے اپنی صورت کے علاوہ اپنی آواز کا لہجہ بھی بدل دیا ہے اور
آج ہم تقلید غیر کے سبب دنیا جہاں میں ذلیل و رسوا اور بدنام ہو رہے ہیں
ہماری ماضی روشن ترین تھی مگر آج ہمارا حال بدترین ہو رہا ہے۔

"کیونکہ"

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

روم کا ایلچی
حکایت نمبر ۵۹

دورِ فاروقی میں ایک دفعہ قیصرِ روم نے اپنا ایلچی سیدنا عمر فاروق رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس لئے بھیجا۔ کہ آپ کے خیالات و رشد و ہدایات
سے واقف و مستفیض ہو سکے۔ جب وہ قاصد مدینہ رسول کی سرزمین میں پہنچا
تو وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا کہ تمہارا بادشاہ کہاں ہے۔ لوگ کہنے لگے ہمارا
بادشاہ تو کوئی نہیں البتہ ایک امیر ہے۔ جو کہیں شہر سے باہر نکلا ہے۔ وہ قاصد
آپ کی تلاش کرتے کرتے بہت دور باغوں کی طرف چلا گیا آخر پوچھنے پر
ایک بوڑھے نے بتایا اور وہ قاصد کیا دیکھتا ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ اپنے کوڑے کو بطور تکیہ رکھے ہوئے دھوپ میں گرم ریت کے اوپر
آرام فرما رہے تھے۔ اور آپ کی پیشانی مبارک سے اس قدر پسینہ اتر رہا ہے
کہ اس نے زمین کو تر کر دیا ہے یہ دیکھ کر رومی قاصد سخت متعجب ہوا اور اس
نتیجہ پر پہنچا کہ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عدل کرتے ہیں جس کے سبب
آپ بے خوف و خطر شہر سے دور آرام فرما رہے ہیں اس کے برعکس ہمارا

بادشاہ ظلم کرتا ہے۔ اس لئے وہ ہمیشہ خائف و بیدار رہتا ہے۔

مسلمانو! اس حکایت کو مولانا جلال الدین رومیؒ نے اپنے ایمان افروز تخیل کے ساتھ منظوم کیا ہے اس کا اردو ترجمہ سنیئے:-

خدمت فاروقؓ میں اک ایلچی

روم سے لایا پیام قیصری

وہ مدینہ میں پھرا یہ پوچھتا

دو خلیفہ کے محل کا کچھ پتا

لوگ جب سنتے تھے اس کا یہ کلام

ہنس کر کہتے تھے کہ اے فرخندہ نام

صبر و شکر اس کے ہیں دو حصن حصین

قصر کی اس شیر کو حاجت نہیں

ہے امیر المومنین گرچہ عمرؓ!

پر نہیں رکھتا غریبوں سا بھی گھر

سن کے لوگوں سے عجب یہ ماجرا

شوق قاصد دم بدم بڑھنے لگا

ہر طرف کرتا رہا جستجو!

کر رہا تھا اپنے دل سے گفتگو

ہے تعجب فاتحِ ملکِ شہاں

جان رہتی کس طرح ہو یوں نہاں

آخر اک بڑھیا یہ بولی دیکھ کر

نخلِ خرما کے تلے ہے وہ عمرؓ

ظلِ حق سایہ میں ہے سویا ہوا

یہ عمرؓ ہے جس کا تو جویا ہوا

ڈیل میں تھا ایلچی گو پیلتن

لیکن اس کا کانپ اٹھا تن بدن

دل میں کہتا الٰہی کیا ہوا

قیصر و کسریٰ کو دیکھا بارہا

میں نے مارے بیسوں شیر و پلنگ

پر کبھی بدلا نہ اس چہرہ کا رنگ

کانپتا ہے اب تو میرا جوڑ جوڑ

آ کے یاں نکلی ہے اب ساری مروڑ

آسمانی رعب ہے اس شخص کا
ہے خدائی بھید گدڑی میں چھپا!

(مخزن اخلاق صہ۱۲۷، موتیوں کا ہار)
ترجمہ مثنوی شریف ص۱۵۳

نتیجۂ فکر

جو شخص بھی خدا تعالیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈرتا ہے کائنات کی ہر شئے اس سے ڈرتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جاہ و جلال سے ہر کس و ناکس ڈرتے تھے اس لئے آپ بے خوف و خطر جہاں جی چاہتا آرام فرما لیتے تھے اور آپ کو کوئی بھی ذرہ بھر بھی تکلیف پہنچا نہیں سکتا تھا۔ اس لئے کہ سیدنا عمر فاروق رض خدا تعالیٰ کے مقبول بندے مخلوقِ خدا کے سچے نگہبان، ہمدرد اور عدل و انصاف کرنے والے تھے۔ آپ رض کو تائید ایزدی حاصل تھی۔ اور فیضان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متعدد جگہ آپ رض کی جسم و نسم رہنمائی فرمائیں۔ پھر کس قدر بدبخت ہیں وہ لوگ جو سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات انور پر لب گستاخی کرتے ہیں۔

جو ڈرے حق سے ہر اک اس سے ڈرے
اس سے سب دیو و پری بھاگیں پرے

غیرتِ فاروقِ اعظم

حکایت نمبر ۵۵

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ذات نخریب علیہ الصلوٰۃ والسلام جب معراج شریف سے واپس تشریف لائے تو سید

دو عالم نے زبان حق سے رطب اللسان ہوئے کہ میں نے بہشت میں ایک بہت بڑا محل دیکھا جس کے صحن میں ایک عورت بیٹھی وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ تو مجھے بتایا گیا یہ محل عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اے عمر! میں نے چاہا محل کے اندر جاؤں، مگر تیری غیرت کو یاد کر کے میں محل کے اندر نہیں گیا اور واپس چلا آیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔

”بابی انت وامی یا رسول اللّٰہ علیک“

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یا رسول اللہ ایسا کب ہو سکتا ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے۔ (ابن ماجہ شریف صفحہ ۹)

(بخاری شریف صفحہ [illegible] مشکوٰۃ شریف صفحہ [illegible])

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۳)

نتیجۂ فکر

سیدنا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے غیور اور مرد کامل تھے، کہ حضور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو سب جہانوں کے آقا و مولیٰ اور دستگیر کل ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرت کی گواہی دے رہے ہیں۔ اور فاروق اعظم کا زبان نبوت سے لفظ ”غیرت“ سن کر رونا اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حضور دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت زیادہ نسبت و عقیدت تھی، اور آپ کی محبت نے یہ گوارا نہ کیا کہ حضور علیہ السلام سے زیادہ غیرت مند ہوں چنانچہ آپ جذب و مستی کے عالم میں بے خود ہو کر رونے لگ گئے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ سیدنا عمر جنتی ہیں اور جنت میں ایک خوبصورت محل بھی ہے جو کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور جو شخص آپ کے جنتی ہونے

کہ اگر کوئی ... در آپ کی ذات گرامی پر گستاخانہ حملے کرے تو کس قدر بے غیرت بلکہ دنیا جہان کے سب بے غیرتوں سے بڑا بے غیرت اور بدبخت جہنمی ہے۔

پیر چنگی

حکایت نمبر ۵۶۰

خالق کائنات کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ گنہگار اگر سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اسے اپنے آغوشِ مقدس میں لے لیتی ہے۔ اسی طرح حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک گویّا جو بڑی سریلی آواز رکھتا تھا۔ جب وہ چنگ و رباب بجاتا اور گاتا تھا تو سننے والوں پر جذب و مستی کی ایک پرجوش کیفیت طاری ہو جاتی تھی، اس گویّے کا بڑا چرچا اور شہرہ تھا۔ خدا کا کرنا کہ وہ گویا بوڑھا ہو گیا۔ تو اس کی آواز بھی باقی نہ رہی اور وہ گویا پن بھی جاتا رہا۔ جب تک وہ جوان رہا اس کی آواز میں سریلا پن بھی باقی رہا۔ مگر جب بڑھاپا آگیا تو وہ بات نہ رہی۔ مولانائے روم حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی اشعار کا اردو منظوم ترجمہ سنئے۔ فرماتے ہیں:

کہنہ سالی میں نوا سازی گئی
دانت ٹوٹے اور خوش آوازی گئی
ناز اس کے جو اٹھاتے تھے کبھی
اب نہ دیتے تھے بھول کر اک نان بھی

اس عالم میں جب وہ بیچارہ مرنے لگا اور اس کا کوئی پرسانِ حال نہ رہا تو اس کی توجہ خالق کائنات کی طرف گئی، اور سچے دل سے اپنے رزقِ حقیقی

کی طرف متوجہ ہوا۔ اور رو کر عرض کرنے لگا۔

رویا اور کہنے لگا یوں اے خدا

مدتوں تک تجھ سے ہی بیگانہ رہا

سر کے بالوں میں سفیدی آگئی

چہرے پر میرے سیاہی چھا گئی

کٹ گئے دنیا میں گئے ستر برس

اب نہیں باقی گناہوں کی ہوس

عیب میں کرتا رہا بے باک خوب

تو رہا ستار! ستار العیوب

نفس نے ہر آن جرأت دی مجھے

اتنے دن تو نے بھی مہلت دی مجھے

لطف میں کوئی کمی تو نے نہ کی

رزق کی تکلیف اک دن بھی نہ دی

عارف رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رطب اللسان ہوئے کہ اس گویئے نے روتے ہوئے سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیا اور پھر دنیا کی نفر یہود سے کنارہ کش ہو کر جنت البقیع (مدینۃ الرسول کا قبرستان) کی طرف چل دیا اور وہاں پہنچ کر بھی بہت رویا اور روتے روتے پھر ایک قبر کے ساتھ تکیہ

لگ کر سو گیا۔ اِدھر تو یہ سویا اور اُدھر

حضرت فاروق تھے مصروفِ کار

نیند آئی زور کر کے ایک بار

دل کو اپنے کام میں ڈال بہت

ہر طرح سے نیند کو ٹال بہت

ہو گئے مصروف کار آخر عمر رض

کچھ نہ تن من کی رہی ان کو خبر

خواب میں ان کو کسی نے یہ کہا

ہے بقیع پاک میں اک "باخدا"

سات سو دینار جا کے اس کو دے

اس کی دلجوئی بھی کر ہر طور سے

مسلمانو! دیکھو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا جوش کہاں۔ وہ ایک گنہگار گویا اور کہاں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور محبوب و مقبول بندے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس گویے کے لئے حضرت فاروق کو حکم ہو رہا ہے کہ اٹھ اور اسے سات سو دینار دے کر آ اور سمجھ کہ وہ گنہگار گویا اب وہ گنہگار نہیں رہا بلکہ اسے "باخدا" کا خطاب مل رہا ہے۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! ایک ہی بار سچے دل سے توبہ کرنے سے رحمت حق نے اسے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خواب دیکھا تو

تو آپ اُٹھے اور:-

وہ اسی دم لے کے ہمراہی گئے

اور قبرستان میں پھرتے رہے

پیر چنگی ایک تھا سویا ہوا

اور وہاں اس کے سوا کوئی نہ تھا

دل میں وہ شیرِ خدا کہنے لگا!

پیر چنگی اور پیر آہ یا خدا!

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب وہاں پیر چنگی کے سوا کسی دوسرے کو نہ پایا تو بڑے حیران و پریشان ہوئے اور دل میں سوچنے لگے کہ گویا یہ خدا کیسے ہو سکتا ہے پھر سوچا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے اور خدا بڑا بے نیاز ہے۔ کیا عجب کہ خدا نے اسے ہی اپنا مقبول بنایا ہو۔ یہ سوچ کر

بیٹھے اس کے سامنے باصد ادب

اور تعظیماً نہ کھولے اپنے لب

ناگہاں اک چھینک ان کو آگئی

آنکھ جس سے پیر چنگی کی کھلی

دیکھ کر فاروق کو ہیبت ہوا

خوف سے پیر چنگی کانپ اٹھا

کر توکل ہم پہ اور گا ذوق سے

ہم سنیں گے چنگ اے بندے مرے

سبحان اللہ! سبحان اللہ! خالق کائنات فرماتا ہے۔ اے گویّے تو ہم پہ توکل رکھ اور گا۔ تیرا گانا اور یہ چنگ و رباب ہم سنیں گے۔ دیکھا آپ نے خدا تعالیٰ کی رحمت نے کس طرح اس کو ڈھانپ لیا اور وہ کس طرح اس کی ذرہ بندہ نوازی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس رحمت بھرے پیام کا یہ نتیجہ نکلا:-

یہ بشارت پیر چنگی نے سنی

گر کے سجدے میں خدا سے عرض کی

یا الٰہی شکر تیرا زبہت

کر نہیں سکتا یہ عاصی شرمسار

شک نہیں بندہ نوازی میں تری

بندگی میں گو ہوئی مجھ سے کمی

عمر کھوئی یہ چنگ بازی میں تمام

بھول کر گاہے لیا نہ تیرا نام

زندگی کی اب نہیں مجھ کو ہوس

آرزو ہے میرے دل کی اب یہ بس

قید دنیا سے مجھے آزاد کر

روح کو رحمت سے اپنی شاد کر

ہو گئی اس کی دعا تیر ہدف

گوہر جاں نے کیا خالی صدف

جان وہی سجدے میں حق کو یاد کر

خاتمہ اس کا ہوا ایسا لطف پر

(اُردو ترجمہ مثنوی شریف صفحہ ۲۵۵ تا ۲۶۱)

نتیجۂ فکر

گر رہے گا روز و شب تو اشکبار

رحم فرمائے گا تجھ پر کردگار

کام واں آتی نہیں ہے کوئی شے

عجز و زاری کی فقط واں پوچھ ہے

فضیلت فاروق رضی اللہ عنہ

حکایت نمبر ۱

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب انتقال کیا اور تابوت میں رکھے گئے تو لوگ ان کے گرد جمع ہو کر دعا کرتے تھے اور تعریف بھی کرتے تھے اور نماز پڑھتے تھے۔ قبل اس کے کہ جنازہ اٹھایا جائے میں بھی ان لوگوں میں تھا۔ میں نہیں ڈرا مگر ایک شخص سے جس نے میرا کندھا پکڑ لیا تھا۔ میرے پیچھے سے۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت علی تھے۔ انہوں نے کہا رحم کرے اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر۔ پھر کہا ان کی طرف اشارہ کر کے۔ اے عمر رضی اللہ عنہ! کوئی شخص ایسا نہ چھوڑا جس کے عمل جیسے عمل کر کے اب میں اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند کروں تم سے زیادہ۔ قسم اللہ کی میں سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا۔ یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ آئے اور میں اندر گیا اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ گئے اور میں نکلا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر نکلے۔ اس لئے مجھے امید تھی کہ حق تعالیٰ تم کو ان دونوں کے ساتھ کرے گا۔

(صحیح مسلم شریف جلد ششم صفحہ ۱۲)

نتیجہ ذکر

سید دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر کام میں اور ہر بات میں سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کو ساتھ رکھتے تھے۔ تو آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کا ساتھ قائم رکھا اور یہ تینوں صاحب ایک جگہ دفن ہوئے۔ اس حدیث سے حضرت مولائے علی رضی اللہ عنہ کی محبت حضرت فاروق اعظم سے ظاہر ہوتی

ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت علی حضرت عمر رضی اللہ عنہم کی تعریف کرتے تھے۔ اور ان کو خدا کا مقبول بندہ اور ان کے اعمال کو نیک سمجھتے تھے یہاں تک کہ ویسے اعمال صالح کی خود بھی آرزو کرتے تھے اب ان بے ایمانوں کا منہ کالا۔ ہاتھ اور پاؤں نیلے ہوں۔ جو معاذ اللہ حضرت علی اور حضرت عمر کو مخالف بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ تمام سیر اور تواریخ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا فاروق اعظم اور سیدنا علی مرتضیٰ کا آپس میں کبھی بھی اور کوئی بھی جھگڑا نہیں ہوا۔ بلکہ حضرت سیدنا امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں تمام اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علی اور حضرت عباس کے سپرد کر دیئے تھے۔ اور ہر کام اور مشورے میں حضرت سیدنا فاروق اعظم حضرت سیدنا شیر خدا رضی اللہ عنہم کو شریک رکھتے تھے اور بہت سے مسائل میں حضرت حیدر کرار سے صلاح لیتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت فاروق اعظم سے کر دیا۔ باوجود اس کے کہ آپ بوڑھے تھے۔

فاروق اعظم کی شہادت

حکایت نمبر ۵۸

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۳ھ میں معمول کے مطابق حج بیت اللہ کے لئے گئے تو واپسی پر اپنے اونٹ کو بٹھایا چھوٹے چھوٹے پتھر اور سنگریزے جمع کر کے ایک چبوترا سا بنایا اس پر چادر بچھائی اور لیٹ گئے۔ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کی۔

"یا اللہ میری عمر زیادہ ہو گئی ہے ہڈیاں بھی نرم پڑ گئیں ہیں۔ قوتیں جواب

دے رہی ہیں۔ رعایا پھیل گئی ہے۔ اب مجھے اپنے پاس بلا لے۔

اسی سال چہار شنبہ کی صبح کو نماز کی امامت کے لئے مسجد نبوی میں تشریف لائے ابھی تکبیر ہی شروع ہوئی تھی کہ ایک پارسی غلام ابولؤلؤ فیروز نے خنجر کے متعدد وار کئے۔ ایک وار زیادہ کاری پڑا۔ سیدنا فاروق زخموں کی تاب نہ لاکر زمین پر گر پڑے۔ آپ کے ایما سے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی۔ فیروز نے دوسرے مسلمانوں پر بھی خنجر کے وار کئے اور وہ بالآخر پکڑا گیا لیکن اس نے اپنے ہی خنجر سے خودکشی کر لی۔

حضرت سیدنا فاروق رضؓ اعظم کو جب معلوم ہوا کہ ان کا قاتل ایک مجوسی غلام ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ مجھے ایسے شخص نے قتل نہیں کیا جو خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک سجدہ کرنے پر بھی اس مجھے کو حجت بناتا۔ جب آپ کی حالت غیر ہونے لگی تو لوگوں نے سیدنا عمر سے کہا کہ آپ اپنا جانشین منتخب فرما دیں۔ اس پر آپ نے حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت زبیرؓ بن عوام، حضرت عثمانؓ بن عفان اور طلحہؓ کو طلب کیا۔ حضرت طلحہؓ مدینہ شریف میں موجود نہ تھے۔ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ آپؓ نے باقی پانچ اصحاب رسول کو مخاطب کر کے فرمایا۔

تین دن تک طلحہ کا انتظار کرنا۔ وہ اس مدت میں آ جائیں تو انہیں اپنی جماعت میں شامل کر لینا۔ اگر وہ تین دن تک نہ آئے تو پھر تم پانچوں آدمی ہی آپس میں صلاح مشورہ کر کے کسی کو اپنا امیر بنا لینا۔ پھر آپؓ نے مذکورہ بالا اصحابؓ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ جو شخص خلافت کے لئے منتخب ہو اس کے لئے وصیت کرتا ہوں کہ وہ انصار کے حقوق کا بہت لحاظ رکھے کیوں کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور مہاجرین کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا۔ انصار تمہارے محسن ہیں تم کو بھی ان کے ساتھ احسان کرنا چاہیئے۔ ان کی بھول چوک سے جہاں تک ہو سکے درگزر اور چشم پوشی سے کام لینا۔ میں جس شخص کا انتخاب خلافت

کے لیے ہو۔ اس کو مہاجرین کا بھی پاس و لحاظ کرنا چاہیے۔ اسی طرح ذمیوں کا بھی پورا پورا خیال رکھنا چاہیے۔ اس کے ساتھ اللہ اور رسول کی ذمہ داری کو کما حقہٗ ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے۔ ذمیوں سے جو وعدہ کیا جائے اس کو ضرور پورا کیا جائے ان کے دشمنوں کو دور کیا جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بار نہ ڈالا جائے۔

اس کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیے جانے کی اجازت طلب کرو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ جب ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا پیغام سن کر فرمایا،

"اس جگہ کو میں اپنے لئے محفوظ رکھنا چاہتی تھی لیکن آج عمر رضؓ کو میں اپنے آپ پر ترجیح دوں گی۔"

اپنی وفات سے پہلے تمام غلام ایک کر کے آزاد کر دیئے۔ اور بیت المال سے لیا ہوا قرض واپس کر دیا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضؓ زخمی ہونے کے بعد پانچ دن تک زندہ رہے۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں ذی الحجہ کے آخری ہفتے یا محرم ۲۳ھ کے پہلے ہفتہ میں ساڑھے دس سال حکومت کرنے کے بعد تریسٹھ سال کی عمر میں شہادت پائی۔ اسی عمر میں سرور کائنات علیہ السلام نے بھی وفات پائی۔ چنانچہ حضرت صہیب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عبدالرحمٰن حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آپ کی وصیت اور خواہش و تمنا کے مطابق آپ کا جسد مبارک نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ اور دنیائے اسلام کے اس درخشندہ

زمین آفتاب کو اقائے انسانیت کی قبر میں ہمیشہ کے لئے سلا دیا گیا

انا للہ وانا الیہ راجعون ؕ

{سیرۃ العالمین صلعم محسن اعظم اور محبین
صہ ۱۴۳ تا ۱۴۵ - الہلال صہ ۲۹}

نتیجۂ فکر

سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قطعی جنتی ہونے کے باوجود خوف الٰہی دیکھئے کہ کس طرح خالق کائنات کے حضور حاضر ہونے سے پہلے صحابہ کرام کو عدل و انصاف کی تلقین فرماتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی کی شہادت سے جو صدمہ مسلمانوں کو ہوا وہ ضبط تحریر بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ہر مسلمان نے اپنا حال کے مطابق انتہائی غم و اندوہ کا اظہار کیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سیدنا فاروق اعظم بھی معلوم ہوا کہ سیدنا صدیق اکبر کی طرح سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بڑے ہی خوش قسمت تھے کہ انہیں حضور نبی اکرم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار رحمت میں جگہ ملی اور ساتھ ہی دفن کئے گئے۔

⁂ ——— ⁂ ——— ⁂

باب پنجم (۵)

سیدنا امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ذوالنورین

حکایت نمبر ۵۹

حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ سیدہ زینب سیدہ رقیہ۔ سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ آپ کی اہلیہ سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدید بیمار تھیں۔ ان کی تیمارداری کی وجہ سے سیدنا عثمان حضور کی اجازت سے مدینے میں رک گئے اور غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے جب حضرت سیدہ رقیہ رض کی وفات ہوئی تو آپ رض کو بہت ملال ہوا، اور کہا، "افسوس ہے کہ خاندانِ نبوت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے میری قرابت کا رشتہ ٹوٹ گیا" سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلدہی اور جمعیت خاطر کے لئے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کر دیا اور حضور نے فرمایا۔ اے عثمان! اگر میری سو لڑکی بھی ہوں اور اس کا یکے بعد دیگرے انتقال ہوتا جائے تو میں یکے بعد دیگرے تمہارے نکاح میں دیتا جاؤں۔

(جواہر فریدی صہ ۱۵۱، محسنِ اعظم اور محسنین صہ ۱۴۹)

(مواہب لدنیہ صہ ۱۹۹ جلد ۱)

نتیجۂ فکر

سیدنا امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے بعد سید عالم ساقی کوثر حضور رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہ کا آپ سے نکاح ہوا۔ اور پھر ان کے وصال شریف کے بعد دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپ کے عقد میں آئیں معلوم ہوا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہت بڑا مرتبہ اور عظمت تھی اور یہ خصوصیت دنیا میں کسی کو نہیں ملی کہ نبی اکرم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو بیٹیاں آپ کے نکاح میں آئیں اور جب سے کائنات پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر قیامت تک بجز سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نہ کوئی ہوا ہے اور نہ کوئی ہوگا جس کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں۔

گویا! سیدنا عثمان جس طرح عرب کے لوگوں میں صداقت، دیانت اور امانت کی شہرت رکھتے ہیں، اسی طرح جملہ انبیا کرام کی امتوں میں اس عقد شریف کی بدولت عزت و عظمت کی شہرت رکھتے ہیں۔ اس لئے سیدنا امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب شریف "ذو النورین" یعنی دو نوروں والے مشہور ہوا۔

اعلیٰحضرت امام اہل سنت شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کیا ہی ایمان افروز شعر فرماتے ہیں:-

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا

ہو مبارک تجھ کو ذو النورین جوڑا نور کا

مسلمانو! سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شانِ اقدس سے متعلق زبدۃ العارفین حضرت خواجہ فرید الدین حنفی رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنئے۔

آپ فرماتے ہیں:

خواجہ حضرت کہ نور مطلق است
بل خدا دند دو نور بر حق است

آنکہ عرش قدس دعرفان آمدہ است
صدر دین عثمان رض عفان آمدہ است

رونق کان ہمہ کونین یافت
از دل پُر نور ذوالنورین یافت

یوسف ثانی بقول مصطفیٰ!
بحر تقوے و حیا کان وفا

کار ذوالقرنی بجان پرداختہ
جان خود در کار ایشان باختہ

ہم ہدایت در جہان و ہم ہنر
مشتہر در عہد او شد بیشتر

حیاءِ عثمان

حکایت نمبر:۶

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں
کہ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دولت کدہ میں لیٹے ہوئے تھے اور
حضور کی ران مبارک یا پنڈلی مبارک سے ہٹا ہوا تھا۔ اتنے میں حضرت
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے اور اندر آنے کی اجازت
مانگی۔ حضور نے اجازت دے دی اور آپ اندر آ گئے۔ اور حضور صلی اللہ
علیہ وسلم اسی طرح بدستور لیٹے رہے۔ اور گفتگو فرماتے رہے پھر حضرت فاروق
اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے اور آپ نے اندر آنے کی اجازت مانگی
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بھی اجازت دے دی اور وہ بھی اندر
آ گئے اور حضور پھر بھی بدستور لیٹے رہے اور گفتگو فرماتے رہے۔ پھر حضرت
سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے اور آپ نے اندر آنے کی اجازت
مانگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اُٹھ بیٹھے۔ اور اپنا کپڑا برابر فرماتے ہوئے
ران یا پنڈلی مبارک کو ڈھانپ لیا اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
اندر آنے کی اجازت دی۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب
وہ لوگ چلے گئے تو میں نے حضور سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ۔ یہ
کیا بات ہے کہ صدیق اکبر آئے تو آپ بدستور لیٹے رہے۔ فاروق اعظم
آئے تو بھی بدستور لیٹے رہے۔ مگر جب عثمان آئے تو آپ فوراً اُٹھ بیٹھے
اور کپڑا برابر فرما لیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! اے عائشہ!
میں اس شخص سے حیا کیوں نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں

(شرح صحیح مسلم شریف صفحہ جلد ۲، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۰)
(جواہر فریدی صفحہ ۱۴۹)

نتیجۂ فکر

حضرت سیدنا امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بہت بڑی شان مقدس ہے کہ عرش بالا کے قدسی بھی اور خالق کائنات کا محبوب اور رحمۃ اللعالمین رسول اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی سیدنا عثمان سے حیا فرماتے ہیں اور پھر جو شخص بھی حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات مبارک میں بے ادبی اور گستاخی کرے گویا وہ کائنات کے تمام بے حیاؤں سے بڑا بے حیا اور بے غیرت ہے۔

یوسفِ ثانی بقولِ مصطفیٰ
بحرِ تقوےٰ و حیا کانِ وفا

چشمۂ جنت

حکایت نمبر ١٦١

وادی مکہ معظمہ سے جب مہاجرین ہجرت کرکے مدینۃ الرسول میں تشریف لائے۔ تو یہاں کا پانی پسند نہ آیا جو کھاری تھا۔ مدینۃ الرسول میں ایک شخص کی ملک میں چشمہ تھا۔ جس کا نام "رومہ" تھا۔ وہ شخص اپنے چشمہ کا پانی قیمتاً دیتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے فرمایا کہ تم اپنا یہ چشمہ مجھے بیچ دو۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میری اور میرے بال بچوں کی معاش اسی سے ہے۔ مجھ میں طاقت نہیں۔ یہ خبر حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو آپ نے ۳۵ ہزار روپے نقد دے کر اس شخص سے وہ چشمہ خرید لیا۔ اور پھر سید لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر

ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! جس طرح آپ اس شخص کو جنت کا چشمہ عطا فرماتے تھے اگر میں یہ چشمہ اس سے خرید لوں تو کیا حضور وہ جنت کا چشمہ مجھے دے دیں گے؟ نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں دے دوں گا۔ عرض کی تو میں نے وہ چشمہ خرید لیا ہے اور مسلمانوں پر میں اسے وقف کرتا ہوں

(حسن اعظم اور محسنین صہ۴۹ حوالہ صہ۱۶)
(طبرانی شریف الامن والعلا صہ۲۰۲)

نتیجہ فکر

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنا اور تمہی جنتی ہیں اور جنت مقدس کے ایک بے نظیر چشمہ کے مالک و مختار بنے اور ہم کو یہ معلوم ہوا۔ ہمارے حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جنت اور جنت کی ہر شے کے مالک و مختار ہیں۔ اور جنت کی جو چیز جسے چاہیں اور جب جسے چاہیں عطا فرماتے ہیں۔

پھر وہ لوگ جو اس حقیقت کا انکار کریں وہ نعمت مصطفیٰ و اختیار مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے خبر ہیں۔

وسعتِ مصطفیٰ

حکایت نمبر ۶۲

جب ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوۂ خندق سے کوہ مدینہ منورہ کی زیارت کا قصد فرمایا اور ان مقدس قرینہ کی ترتیب کا فرض بر سنت ہو

رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ساتھ تھے۔ تو حدیبیہ کے مقام پر معلوم ہوا کہ مشرکین آمادۂ فساد ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفیر بنا کر مکے بھیجا اور فرمایا! قریش کے پاس جا کے ان سے کہنا کہ ہمارا ارادہ کسی جنگ کا نہیں ہے۔ ہم صرف زیارت بیت اللہ کے لئے آئے ہیں اور جو مسلمان مکہ معظمہ میں ہیں ان سے کہنا کہ گھبراؤ مت۔ مکہ معظمہ عنقریب فتح ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہنشاہِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیامبر بن کر مکہ شریف پہنچے اور قریش مکہ کو ارشاد نبوی سنایا۔ قریش مکہ نے جواب دیا کہ اس سال تو ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ میں نہ آنے دیں گے اور حضرت سیدنا عثمان سے کہا کہ آپ اگر کعبہ کا طواف کرنا چاہیں تو شوق سے کریں۔ حضرت سیدنا عثمان نے جواب دیا۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں بغیر رسول کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طواف کروں۔ اور پھر وہاں سے اٹھ کر مکہ شریف کے ضعیف مسلمانوں کے پاس پہنچے اور ان کو مکہ شریف کی فتح کا مژدہ سنایا۔ ادھر مقام حدیبیہ میں صحابہ کرام نے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ [illegible] عنہ کے متعلق کہا کہ: عثمان بڑے خوش قسمت ہیں جو کعبہ معظمہ پہنچ گئے اور بیت اللہ شریف کے طواف سے مشرف ہو گئے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ عثمان بغیر میرے کبھی طواف نہ کریں گے۔ پھر جو حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس آنے میں کچھ دیر ہوئی تو آپ کے متعلق یہ بات مشہور ہوئی کہ قریش مکہ نے حضرت سیدنا عثمان کو شہید کر دیا ہے۔ اس بات سے مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سیدنا عثمان کا قصاص لینے کے لئے اور کافروں کے مقابلہ میں جہاد میں ثابت قدم رہنے کی بیعت لی۔ اس بیعت مقدس میں چونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود

نہ تھے۔ اس لئے فخر کون و مکان حضور علیہ الصلوٰۃ و سلام نے خود اپنا بایاں ہاتھ اپنے ہی دائیں ہاتھ میں لے کر فرمایا ہو کہ یہ ہاتھ عثمانؓ کا ہے اور میں عثمان سے بیعت لیتا ہوں۔ یعنی چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک درخت کے نیچے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ کی بیعت کی۔ آخر مشرکین مکہ کو جب مسلمانوں کے جوش و عزم کی اطلاع ملی تو حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ دیا۔ اور صلح کرلی۔

(تفسیر خزائن العرفان صـ۷۲۲، الصدل صد ۸۷
حسن اخیم او رحسنین صد۹۴ تاریخ الخلفاء صد ۱۱۷
جواہر فریدی صد ۱۵۲)

نتیجۂ فکر

نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ و سلام نے اپنے دست مبارک کو حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ قرار دیا۔ گویا سیدنا عثمان کو نبی الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص الخاص تعلق اور نسبت حاصل ہے اور پھر جو شخص بھی حضرت سیدنا عثمان کا مخالف ہو گیا وہ مردود ہو! دراصل اس مقدس نسبت کے پیش نظر شہنشاہ ارض و سما حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ و سلام کا مخالف اور دشمن ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہو کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم علیہ السلام زیادہ پیارے تھے۔ اور آپ کے دل مبارک میں حضور پر نور کا اس قدر احترام و وقار اور تقدس تھا کہ بغیر سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ و سلام کے بیت اللہ شریف کے طواف و عمرہ کو بھی نظر انداز کر دیا! اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ و سلام کو اس بات کا علم تھا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید نہیں ہوئے اور وہ بخیریت سے مکہ شریف میں ہیں۔

کرنے کے لئے بہت بڑا لشکر جمع کر لیا ہے۔ دوسرے ذریعے سے بھی اس ناگہانی خبر کی تصدیق ہو گئی۔ اس پر سرورِ کائنات ماذون ان امت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس موقعہ پر حضور رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالی اعانت کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اپیل کی تھی۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تہائی فوج کے اخراجات و مصارف کی ذمہ داری قبول کی۔ اور کئی سو اونٹ، ستر گھوڑے اور رسد کے لئے ایک ہزار دینار پیش کئے۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جہاد فی سبیل اللہ میں اس مالی اعانت اور بے نظیر فیاضی سے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی خوش ہوئے۔

(محسن اعظم اور محسنین صفحہ ۱۲۹، جواہر فریدی صفحہ ۲۶۱، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۳)

ہجرتِ حبشہ

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دینِ اسلام اور پیغمبرِ اسلام[1] علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاطر طرح طرح کی اذیتیں بھی اٹھاتے تھے۔ لیکن دینِ اسلام پر کسی قسم کی آنچ نہ آنے دی۔ حضور علیہ السلام کی اجازتِ مبارک سے حبشہ کی طرف ہجرت بھی فرمائی۔ اور جب کسی نے یہ غلط خبر اڑا دی کہ تمام قریش مکہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ اس خبر کو سن کر آپ مکہ معظمہ واپس تشریف لے آئے۔ مگر یہاں آکر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے۔ پھر جب مدینۃ الرسول کی طرف شہنشاہِ لولاک

---

[1] ایک روایت کے مطابق جنگ تبوک کے موقعہ پر سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور دس ہزار دینار اس جنگ میں خرچ کئے۔ (مواہب لدنیہ صفحہ ۱۰۳ جلد ۱)

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم برائے ہجرت ہوا تو آپ بھی اہل وعیال سمیت مدینہ
شریف میں تشریف لے گئے۔ مدینۃ الرسول میں پہنچ کر آپ کسی کے دست نگر
نہیں رہے۔ بلکہ تجارت شروع کر دی اور خالق کائنات نے اس کاروبار میں
خوب برکت ڈالی۔ آپ جس کام میں بھی ہاتھ ڈالتے بہت نفع ہوتا۔ آپ نے
ہر وقت اور ہر گھڑی خدمت رسول اللہ اور خدمت صحابہ کرام کرنے کا ہمیشہ ہمیشہ
کا دستور قائم کر لیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مال و جان سے
خوب دین اسلام کی خدمت کی۔ سید دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ آپ
سے خوش رہے۔ اور آپ کے حق میں دعا کیا کرتے تھے۔ آپ کے مال نے
دین اسلام کو بہت نفع دیا۔

خلیفہ کا انتخاب

حکایت نمبر ۲۵

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ کے
انتخاب کا مسئلہ سامنے آیا جس پر دو دن تک بحث اور گفتگو ہوتی رہی۔ اور
کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ صورت حال کی اس نزاکت کو دیکھ کر بالآخر حضرت
عبدالرحمٰن ابن عوف جو جلیل القدر صحابی تھے۔ دوسرے اکابر رضی اللہ عنہم
کو ساتھ لے مسجد نبوی میں آئے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے مختصر سا خطاب ارشاد فرمایا۔
اور اس کے بعد حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اس کے بعد حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیعت کی اور پھر تمام مخلوق بیعت کے لئے ٹوٹ پڑی جس دن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے زمام خلافت سنبھالی ہے۔ ۲۴ھ محرم کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن تھا۔ تقریباً ایک سال تک آپ نے خلافت کا نظم ونسق حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے مطابق چلایا۔ اس کے بعد وقت کے تقاضوں کے مطابق چند تبدیلیاں بھی کیں۔ نرمی اور ملاطفت میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مثال قائم کی۔ (الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۵۱)

نتیجۂ فکر

امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ خلافت صدیقی میں مجلس شوریٰ کے معتمد رکن تھے۔ اسی طرح خلافت فاروقی میں آپ سیدنا فاروق اعظم کے مشیر اعظم تھے۔ آپ سے دینی مسائل میں فتوےٰ لیا جاتا اور آپ وراثت کے مقدمات کا خاص طور سے فیصلہ کیا کرتے۔

آپ بڑے دیانت دار اور راست باز تھے۔ اس لئے آپ جب مملکت اسلامیہ کے خلیفہ چنے گئے تو آپ نے سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مملکت اسلامیہ کو ایک مثالی مملکت بنانا چاہا تھا۔ مگر مفسدین نے آپ کو چین نہ لینے دیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خود بھی بیعت کی۔ اور دوسرے صحابہ کرام نے بھی بیعت کی تھی۔ یہی اس حقیقت سے انکار کرے گویا وہ دشمن علی ہے۔

ظہورِ بغاوت

حکایت نمبر ۶۵

امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ سال دورِ خلافت کا نصف زمانہ یعنی شروع کے چھ سال کامل امن و اماں سے گذرے مگر آخری چھ سالوں میں یہ امن و امان فتنہ و انتشار میں بدل گیا۔ اپنے کے دور میں مجوسیوں اور یہودیوں نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور اسلامی حکومت میں انتشار پھیلانے کے لئے طرح طرح کی سازشیں اور ریشہ دوانیاں کیں۔ جب دشمن اور مفسد غمخوار و ہمدرد بن کر سازشیں کرتے ہیں۔ تو بعض سیدھے سادے نیک لوگ بھی ان کے دام میں آ جاتے ہیں۔ یہی صورتِ حال خلافتِ عثمانی میں پیش آئی۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فطرتاً نیک۔ نرم خو۔ فیاض اور صاحبِ تحمل تھے۔ اس سے شرارت پسندوں کے حوصلے بڑھے۔ حضرت سیدنا صدیقِ اکبر اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں امام وقت کی اطاعت کا وجود دینی جذبہ پایا جاتا تھا۔ اب اس میں کمی آ گئی تھی عجمی نومسلموں کی نومسلم کی اولادیں خلافتِ عثمانی کے فتنوں اور ریشہ دوانیوں میں شریک رہی۔ لوگ عثمان کے خلاف ہو گئے۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے اور عوام میں نامقبول بنانے کی مہم شروع کی گئی۔ یہ ایک ایسی آگ تھی جو جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی اور بڑھتی ہی چلی گئی۔ حضرت سیدنا عثمان تھا

اللہ عنہ پر یہ اعتراضات کیے گئے کہ آپ نے کبار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین
کو معزول کر کے ان کی جگہ اپنے خاندان کے نااہل اور ناتجربہ کار افراد کو
کیا۔ بیت المال میں تصرف بے جا کو روا رکھا۔ چند صحابہ کرام رضی اللہ
عنہم کے روزینے بند کر دیئے۔ مدینۃ الرسول کے اطراف میں البقیع کو سرکاری
چراگاہ قرار دے کر عوام کو مستفید ہونے سے روک دیا۔ اپنے حاشیہ
نشینوں اور قرابت داروں کو وسیع قطعات زمین عطا کیے۔ کہ بعض مقتدر
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہر بدر کر دیا۔ شرعی حدود کے اجراء میں تساہل برتا
دین میں بدعات پیدا کیں۔ مصری وفد کے ساتھ عہد و پیمان کا پاس و لحاظ نہ
رکھا۔ ان الزامات کی تردید میں سیدنا امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے عام مسلمانوں کے روبرو یہ جامع تقریر فرمائی!۔

مسلمانو! لوگ کہتے ہیں کہ میں اپنے خاندان والوں سے محبت
کرتا ہوں۔ اور ان کے ساتھ میرا سلوک فیاضانہ ہے۔ لیکن میری محبت نے مجھے
ظلم اور ناانصافی کی طرف مائل نہیں کیا۔ بلکہ میں ان کے صرف واجبی حقوق ادا کرتا
ہوں۔ اسی طرح میری فیاضی بھی میرے اپنے مال تک محدود ہے۔ مسلمانوں کا مال
نہ میں اپنے لیے حلال سمجھتا ہوں نہ دوسروں کے لیے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد میں بھی اپنے مال سے
گراں قدر عطیے دیا کرتا تھا۔ اور اب جب کہ میں اپنی طبعی عمر کو پہنچ چکا ہوں
زندگی ختم ہونے کے قریب ہے اور اپنا تمام سرمایہ اپنے اہل و عیال کے
سپرد کر چکا ہوں۔ مفسدین ایسی باتیں مشہور کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں نے
کسی شہر پر خراج کا کوئی ایسا بار نہیں ڈالا کہ اس طرح کے الزام کے لئے کوئی
وجہ جواز بن سکے۔ اور جو کچھ وصول ہوا وہ انہی لوگوں کے رفاہ و بہبود پر

صرف ہوا۔ میرے پاس صرف حق آتا ہے۔ اور اس سے کچھ میرے لئے کچھ لینا
جائز نہیں ہے۔ مسلمانوں نے اس کو میرے مشورے کے بغیر مستحقین پر صرف
کیا۔ بیت المال میں سے ایک پیسہ بھی ہرگز ذاتی تصرف میں نہیں لاتا۔ یہاں تک
کہ اپنے مال سے کھاتا پیتا ہوں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ تو نے مخصوص چراگاہیں بنائی
ہیں۔ حالانکہ خدا کی قسم میں نے اس چراگاہ کو مخصوص قرار دیا ہے۔ جو مجھ سے پہلے
دو خاص ہو چکی تھی۔ میں نے چراگاہ کو مسلمانوں کے صدقے (زکوۃ و عام)
پر محدود کر دیا۔ اس کو چراگاہ اس لئے بنایا کہ والی صدقہ اور کسی دوسرے
کے درمیان تنازعہ کی نوبت نہ آئے۔ پھر کسی کو نہ منع کیا۔ اور نہ ہٹایا۔ میرے
پاس اس وقت دو اونٹنیوں کے سوا اور کوئی مویشی نہیں ہے۔ حالانکہ جس
وقت خلافت کا بار گراں میں نے اپنے سر لیا ہے۔ تو میں عرب میں سب سے
زیادہ اونٹ اور بکریاں رکھتا تھا۔ اور آج ایک اونٹ اور ایک بکری
تک نہیں ہے۔ یہ دو اونٹ جو رہ گئے ہیں وہ حج بیت اللہ کی سواری کے لئے
ہیں۔ (حسن اعظم اور تحقیق ص۱۲۲، اقبال ص۷۵،۷۹)

نتیجہ غور و فکر

سیدنا امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے
تراشے ہوئے الزامات کی تردید اور اپنی صفائی میں نہایت معقول، جامع
اور فصاحت و بلاغت کے جواہر پاروں سے پُر تقریر فرمائی۔ جس سے
یہ بدگمانیاں دور ہو جانی چاہئیں تھیں۔ لیکن شورش دبنے کی بجائے اور
بڑھ گئی۔ سیدنا عثمان نے شورش کو روکنے اور فتنہ و فساد کو دبانے
کے لئے آخری کوشش یہ کی کہ تمام عمال حکومت کی مشاورتی میٹنگ طلب

فرمائی۔ چنانچہ ان کی رائیں یہی ہیں۔ کہ حالات کو بہتر اور سازگار بنا لئے
اور اس انتشار کو رفع کرنے کے لئے کیا کیا تدبیریں اختیار کی جائیں۔ مگر کسی
کی پیش نہ گئی اور تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی۔ اور وہی ہو کر رہا جو روز ازل
سے مسلمانوں کے مقدر میں ہو چکا تھا:

جعلی خط اور یورش

حکایت نمبر ۶۶

سیدنا امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قوم و ملت کی اصلاح
کی کوشش فرما رہے تھے۔ لیکن مفسدین نے ٹھیک اس وقت اپنی الگ الگ
پارٹیاں بنالیں اور اپنے آپ کو حاجی ظاہر کر کے مدینے شریف کی طرف کوچ کر
دیا۔ جب یہ لوگ شہر کے قریب پہنچے تو وہاں ایک حملہ آور فوج کی شکل
اختیار کر کے طرح اقامت ڈال دی۔ جب حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ
کو اس مظاہرے کا علم ہوا تو آپ نے حضرت طلحہ۔ حضرت زبیر۔ حضرت سعد
وقاص اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو باری باری ان کے پاس بھیجا۔ اور ترغیب
دی کہ تمام مظاہرین اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے جائیں۔ تمام جائز مطالبات
جلد پورے کر دئے جائیں گے۔ تمام معاملات پر مسجد نبوی میں غور کیا گیا۔ طلحہ
بن عبید اللہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے نہایت سخت الفاظ میں امیر المومنین
سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی

اللہ عنہا کی طرف سے پیغام آیا کہ آپ عبد اللہ بن ابی سرح کو جس پر صحابہ کے قتل کا الزام ہے کیوں مصر کی امارت سے الگ نہیں کر دیتے؟ جب سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس خیال کی تائید فرمائی۔ تو سیدنا عثمان نے ارشاد فرمایا۔ کہ لوگ اپنا امیر خود تجویز کر لیں میں اس کو عبد اللہ بن سرح کی جگہ مقرر کر دوں گا لوگوں نے محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا تو آپ نے ان کی تقرری اور عبد اللہ بن ابی سرح کی علیحدگی کا فرمان لکھ دیا۔ یہ فرمان لیکر محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ چند مہاجرین و انصار کے ساتھ ترتیب دے گئے۔ اور معاملہ ختم ہو گیا۔ لیکن اس واقعہ کے چند روز بعد مدینۃ الرسول میں پھر شور اٹھا۔ کہ مفسدین کی جماعت پھر مدینہ شریف میں آ گھسی ہیں۔ اور شورش بپا کر رہی ہیں۔ شور سن کر تمام مسلمان اپنے اپنے گھروں سے باہر نکل آئے دیکھا کہ مدینہ شریف کے تمام گلی کوچوں میں انتقام انتقام کا شور برپا ہے۔ جب مفسدین سے ان کی اس حیرت انگیز واپسی کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر ایسا عجیب الزام لگایا کہ تمام لوگ دم بخود رہ گئے انہوں نے کہا کہ محمد بن ابوبکر تیسری منزل میں تھے۔ کہ وہاں سے خلافت عثمانی کا ایک شتر سوار گذرا جو نہایت تیز رفتاری کے ساتھ مصر کی طرف چلا جا رہا تھا۔ محمد بن ابوبکر کے رفیقوں نے اسے پکڑ لیا اور اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ اور کہاں جا رہے ہو؟ شتر سوار نے کہا کہ میں امیر المومنین کا غلام ہوں اور حاکم مصر کے پاس جا رہا ہوں۔ لوگوں نے محمد بن ابوبکر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ ہیں حاکم مصر۔ شتر سوار نے کہا یہ نہیں ہیں اور اپنے راستے پر چل دیا۔ لوگوں نے اسے دوبارہ پکڑ لیا۔ اور جب اس کی تلاشی لی گئی تو اس کے خشک مشکیزہ کے اندر سے ایک خط نکلا جس میں حضرت سیدنا عثمان کی

مہر کے ساتھ یہ لکھا تھا کہ محمد بن ابو بکرؓ اور ان کے فلاں فلاں ساتھی جس وقت بھی تمہارے پاس پہنچیں انہیں قتل کر دیا جائے۔ اور ہر شکایت کرنے والے کو تا حکم ثانی قید رکھا جائے۔

مفسدین نے کہا:۔ حضرت سیدنا عثمانؓ نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ اب ہم ضرور ان سے انتقام لیں گے۔ حضرت سیدنا علیؓ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد رضی اللہ عنہم اور بہت سے صحابہ جمع ہوئے اور مفسدین نے حضرت عثمانؓ کا خط ان کے سامنے رکھ دیا۔ امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بھی یہاں تشریف لے آئے۔ اور گفتگو شروع ہو گئی۔

حضرت علیؓ! امیر المومنین یہ غلام آپ کا ہے؟

حضرت عثمانؓ! ہاں

حضرت علیؓ! امیر المومنین اس خط پر مہر آپ کی ہے؟

حضرت عثمانؓ! ہاں یہ میری مہر ہے۔

حضرت علیؓ! امیر المومنین کیا یہ خط آپ نے لکھا ہے؟

حضرت عثمانؓ! میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر یہ حلف کرتا ہوں کہ یہ خط میں نے نہیں لکھا اور نہ میں نے کسی کو اس کے لکھنے کا حکم دیا اور نہ مجھے اس کے متعلق کچھ معلوم ہے۔

حضرت علیؓ! تعجب ہے۔ کہ غلام آپ کا۔ اونٹنی آپ کی خط پر مہر آپ کی۔ اور پھر بھی آپ کو خط کے متعلق کچھ پتہ نہیں؟

حضرت عثمانؓ! واللہ! نہ میں نے اس خط کو لکھا نہ کسی سے لکھوایا نہ میں نے غلام کو دیا کہ وہ مصر لے جائے۔

اس جواب پر تمام مفسدین کہنے لگے کہ یہ بوڑھے ہو گئے ہیں کہ ان کو

مہر اور خط کی مجھے خبر نہیں ہے۔ ان کا یہ خیال غلط ہے معروف کا حکم تھا کہ پڑھتا
مدینہ تو جیسا ہم خود ہی قتل کر دیں گے۔

(والبدایہ جلد ۷، تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱، سیرۃ الشامیین ص ۱۲۱)

نتیجۂ فکر

سیدنا امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ابن سبا نے سازش کی اور مروان نے شرارت کی جو کہ مصر کا سابق حاکم اس کا رشتہ دار تھا۔ اور اس کو یہ بات بڑی محبوب تھی۔ اور یہ شخص بڑا لالچی اور فتنہ باز تھا اور حالات مملکت اسلامیہ کے ساز گار نہ رہے۔ اور حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا وقت بھی قریب آ پہنچا۔

شہادت سیدنا عثمانؓ

حکایت نمبر ۲

ابن سبا یہودی کی سازش اور مروان کی شرارت سے اہل بصرہ و کوفہ اور مصر والے سیدنا امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بے گناہ خون سے ہاتھ رنگے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ مملکت اسلامیہ کے حالات دن بدن اور زیادہ ابتر اور نازک تر ہو گئے۔ تو حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مفسدین نے خلافت سے دست بردار ہو جانے کے لئے کہا۔ اس پر آپ نے فرمایا!

جو خلعت مجھے اللہ تعالیٰ نے پہنایا ہے۔ اسے میں اپنے ہاتھوں سے نہیں اتاروں گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں دم آخر تک صبر کروں گا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس انکار پر مفسدین نے کاشانۂ خلافت کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور یہ محاصرہ اتنا سخت تھا کہ کھانے پکانے کی چیزیں تو ایک طرف رہیں، پانی تک اندر نہ پہنچنے دیا۔ مدینۃ الرسول میں جو اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، انہوں نے باغیوں کو بہت کچھ سمجھایا مگر ان پر کسی کی کوئی نصیحت کارگر نہ ہوئی۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بھی متعدد بار باغیوں کو فساد و شورش کے بجائے امن وامان کی تلقین فرمائی۔ یہاں تک کہ اپنے محصور مکان کی چھت پر چڑھ کر آپؓ نے باغیوں کے مجمع سے خطاب فرمایا:۔

کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینے تشریف لائے تو مسجد تنگ تھی۔ آپؐ نے فرمایا "کون اس زمین کو خرید کر مسجد کے لئے وقف کرے گا۔ اس کے صلے میں اس کو اس سے بہتر جگہ جنت میں ملے گی" تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی۔ اور تم ہو کہ مجھے اس میں نماز بھی نہیں پڑھنے دیتے۔ تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں! بتاؤ کیا تم جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے تشریف لائے تو اس میں "ارومہ" کے سوا میٹھے پانی کا کنواں نہ تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ "ہے کوئی خرید کر عام مسلمانوں کے لئے وقف کرتا ہے؟ اس کے بدلے بہتر ہے

جنت میں ملے گا۔" تو میں نے ہی اس وقت نبی اکرم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کی تو کیا اس کے پانی پینے سے مجھے محروم کر رہے ہو؟ کیا تم جانتے ہو کہ مسلمانوں کا وہ لشکر جو بہت تنگی و عُسرت کی حالت میں تھا اس لشکر کو میں نے ہی ساز و سامان سے آراستہ کیا تھا؟

باغیوں نے اس کے جواب میں کہا کہ آپؓ نے جو باتیں بیان کیں ہیں وہ سب سچ ہیں۔ مگر ان سچی باتوں کا اُن سنگدلوں پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ جو منصوبہ بنا کر آئے تھے اسے پورا کئے بغیر کسی کی کوئی بات ماننے اور کسی دوسرے رُخ پر سوچنے کے لئے تیار ہی نہ تھے۔ یہ دیکھ کر بلوائی اپنی جگہ سے نہیں ہٹ رہے۔ اور بیت عثمانؓ کا محاصرہ بدستور کئے ہوئے ہیں۔ تو سیدنا امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ پھر ان سے مخاطب ہوئے۔

"میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ بتاؤ کہ حدیبیہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے سفیر بنا کر مکے نہیں بھیجا تھا۔ اور حضورؐ نے اپنے دستِ مبارک کو میرا ہاتھ قرار دے کر میری طرف سے خود ہی بیعت نہیں کی تھی؟

باغیوں نے اس پر یک زبان ہو کر کہا۔ آپؓ سچ کہہ رہے ہیں، مگر اس کے باوجود باغی آپؓ کے درپے آزار تھے۔ چالیس روز تک محاصرہ کرنے کے بعد باغی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے مشورے کرنے لگے۔ آپؓ نے یہ مشورے اپنے مقدس کانوں سے سُنے تو مجمع سے آخری بار مخاطب ہو

کو فرمایا:

"لوگو! آخر کس جرم پر تم میرے خون کے پیاسے ہو؟ اسلام کی شریعت میں کسی کے قتل کی صرف تین ہی صورتیں ہیں۔ یا تو اس نے بدکاری کی ہو۔ تو اس کو سنگسار کیا جائیگا یا اس نے بالارادہ کسی کا قتل کیا ہو تو وہ قصاص میں مارا جائے گا۔ یا وہ مرتد ہو تو وہ قتل کیا جائے گا میں نے نہ تو جہالت میں اور نہ اسلام میں کبھی بدکاری کی۔ نہ کسی کو قتل کیا۔ اور نہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہوا۔ میں اب بھی گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے۔ اور حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے بندے اور رسول ہیں"

لیکن باغیوں پر اس درد انگیز اور صداقت آمیز تقریر کا کوئی اثر نہ ہوا۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بہی خواہوں نے مشورہ دیا کہ اس مکان سے چھپ کر نکل جائیے۔ آپ نے اس کے جواب میں کیا ہی ایمان افروز جواب دیا!

"اپنے ہجرت کا مکان اور جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑ سکتا"

امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ کی بشارت کے مطابق یقین تھا کہ آپ کی شہادت مقدر ہو چکی ہے۔ اتمام حجت کے لئے جو کچھ

ہو چکے گرسکے تھے وہ آپ نے کیا۔ شہادت سے قبل آپ نے اپنے بیس غلاموں کو آزاد کر دیا۔ اپنی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ "شہادت کا وقت قریب آگیا ہے"۔

آپ نے تہبند اتار کر پاجامہ پہنا اور قرآن شریف کھول کر تلاوت میں مصروف ہو گئے۔ باغی مکان میں گھس آئے۔ حضرت سیدنا علیؓ کے صاحبزادے حضرت حسنؓ جو دروازے پر مدافعتِ عثمان کے لیے متعین تھے۔ وہ بھی زخمی ہو گئے۔ باغیوں میں سے ایک سنگدل نے لوہے کا گرز، اس زور سے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی مبارک پر مارا کہ آپ اس کاری چوٹ کی تاب نہ لا کر پہلو کے بل گر پڑے۔ دوسرے باغی نے ایک اور ضرب لگائی۔ جسم شریف سے خون بہنے لگا۔ ان باغیوں میں ایک سے ایک زیادہ سنگدل تھا۔ یہاں تک کہ ایک شقی تو سینۂ مطہر پر چڑھ گیا۔ اور پے درپے وار کرنے لگا۔ پھر ایک اور باغی نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا۔ وفادار بیوی نے جو مظلوم شوہر کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ اس وار کو روکنا چاہا ان کی تین انگلیاں شہید ہو گئیں۔

وقتِ ضرورت چو نماند گریز
دست بگیرد سرِ شمشیر تیز

سیدنا امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عالم میں قرآن شریف کی اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ۔ اے عثمانؓ تیرا بدلہ لینے کو تیرا اللہ کافی ہے۔

جمعۃ المبارک کے دن عصر کے وقت کلمۂ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ

إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ پڑھتے ہوئے آپ نے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ؕ

(محسن اعظم اور محسنین ص۱۶۳ تاریخ الخلفاء ص۱۰۲)

(جواہر فریدی ص۱۵۸ سیرۃ الصالحین ص۱۰۱)

(سچی حکایات ص۲۴۸)

نتیجہ فتنہ

باغیوں کی شورش اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ دو دن تک حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی لاش بے گور و کفن پڑی رہی۔ ہفتہ کا دن گذرنے کے بعد رات کی تاریکی میں صرف سترہ آدمیوں نے مدینۂ رسول سے کو حش کوکب تک لے جا کر اسلامی فرمانروا کے جنازے کی نماز پڑھی۔ حلم و بردباری، غیرت و حیا کے مجسمے اور شرافت کے اس پیکر کو جنت البقیع میں سپردِ خاک کر دیا۔

گویا عبد اللہ بن سبا یہودی کی سازش رنگ لائی اور اہل مصر اس کے منصوبہ کا شکار ہو کر مسلمانوں میں ایک عظیم فتنے کے ظہور کا موجب بن گئے۔ اور یہی فتنہ پھر حضرت سیدنا علی رضی اللہ کے دور میں اور بھی تیز تر ہو گیا۔ اور یہودیت مختلف روپوں۔ صورتوں میں ظاہر ہوئی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنی شہادت کا سارا قصہ معلوم ہو چکا تھا۔ اور آپ راضی برضائے الٰہی تھے۔ اسی واسطے آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مفسد جماعت سے لڑنے کی اجازت نہ دی۔ اور نہ ہی شام و عراق سے کوئی فوج منگوائی۔ اور جب یہ

بھی معلوم ہوا۔ کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی طرح حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی کچھ کم نہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ دردناک ہے۔ کربلا میں ظالموں نے صرف تین دن پانی بند کیا تھا۔ مگر یہاں چالیس روز سے بھی زیادہ پانی بند رہا۔ اگر سیدنا حسین مظلوم ہیں تو سیدنا عثمان ان سے بھی بڑھ کر مظلوم ہیں۔ رضی اللہ عنہما :

دردناک اشعار

حکایت نمبر ۶۸

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دردناک اور مصائب ؛ ام کا واقعہ صرف حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کی غم نصیب آنکھوں کے سامنے ہوا۔ انہوں نے سیدنا عثمان کو دشمنوں کے ہاتھوں ذبح ہوتے دیکھا تو آپ کوٹھے پر چڑھ کر پکارنے لگیں :۔

لوگو! "امیر المؤمنین شہید ہو گئے"

مسلمانو! امیر المؤمنین شہید ہو گئے۔

امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے دوست واحباب دوڑتے ہوئے محل سرا کی طرف آئے۔ تو حضرت سیدنا عثمان فرش خاک پر ذبح کئے ہوئے پڑے تھے۔ جب یہ مصیبت انگیز خبر مدینۃ الرسول میں پہنچی تو لوگوں کے ہوش اڑ گئے۔ اور مدینہ سارا دوڑتے ہوئے محل سرا کی طرف آئے مگر اب یہاں کیا رکھا تھا؟

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امام حسنؓ کو ایک طمانچہ مارا۔ اور ایک مکّہ
امام حسینؓ کی چھاتی پر دیا۔ مگر اب یہ سب کچھ بعد از وقت تھا۔ سیدنا عثمان
رضی اللہ تعالیٰ عنہ محل سرا کے اندر خون میں ڈوبے پڑے تھے۔ اور محاصرہ
اب بھی جاری تھا۔ ایک صاحب درد شاعر شہادت عثمان رضی اللہ عنہ متعلق آپؓ
کی زوجہ محترمہ کی کیا ہی خوب ترجمانی کرتے ہیں۔ ؎

پیش کہ از درد کنم سینہ چاک
خاک بفرق افگنم از دست خاک

حال کہ گویم کہ ہمدرد کو
ہم نفس از من آں مرد کو

خاک شد آں صورت زیبائے او
اے سر من خاک کف پائے او

ہم نفسے نیست دریں بوستاں
باکہ تواں گفت غم دوستاں

سخت دمے باشد ازیں سینہ زور
کز چنیں درد نماند صبور

گل کہ در ان مجلس یاراں بود
گل نتواں گفت کہ خاراں بود
شہر بہ از خلق جہاں بد زیارہ
جاں خرابم نیز زیر و قرار
(جواہر فریدی ص ۱۵۵)

نتیجۂ فکر

امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہادت کے وقت تلاوت کلام اللہ شریف فرما رہے تھے۔ اور قرآن مجید آپؓ کے سامنے کھلا ہوا تھا۔ اس لئے خونِ ناحق نے جس آیت پاک کو رنگین فرمایا۔ وہ یہ تھی فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ! اے عثمانؓ تیرا بدلہ لینے کو تیرا اللہ کافی ہے۔ وہ علیم ہے اور حکیم ہے۔

شہادت سیدنا عثمانؓ پر سیدنا علیؓ کا کوئی تعلق نہیں ملک امیر المومنین کی شہادت پر

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا "میں عثمانؓ کے خون سے بری ہوں۔"

حضرت سعید بن زید رضی اللہ نے کہا۔ "لوگو! واجب ہے کہ اس بد اعمالی پر کوہِ اُحد پھٹے اور تم پر گر پڑے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "حضرت عثمانؓ جب تک زندہ

تھے۔ خدا کی تلوار نیام میں تھی۔ آج اس شہادت کے بعد یہ تلوار نیام سے نکلے گی اور قیامت تک کھلی رہے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اگر حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کے خون کا بھی مطالبہ نہ کیا جاتا تو لوگوں پر آسمان سے پتھر برستے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ”قتل عثمان کا رخنہ قیامت تک بند نہیں ہوگا۔ اور خلافت اسلامی مدینہ سے اسی طرح نکلے گی کہ وہ قیامت تک کبھی مدینہ میں واپس نہیں آئے گی“

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب شہادت عثمانؓ کی خبر سُنی تو گھر سے باہر تشریف لے آئیں۔ اور افسوس کرتیں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے شہادت کی خبر سُنی تو ان کی زبان سے بے اختیار چند درد ناک اشعار جاری ہوئے۔ ترجمہ شعر:۔

آپؓ نے اپنے دونوں ہاتھ باندھ لئے۔ اور اپنا دروازہ بند کر لیا۔ اور اپنے دل سے کہا۔ اللہ تعالےٰ سب کچھ جانتا ہے آپؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا دشمنوں کے ساتھ لڑائی مت کرو۔ آج جو شخص میرے سے جنگ نہ کرے وہ خدا کی امان میں رہے۔ اے دیکھنے والے! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے والیاں کا میں محبت کس طرح ختم ہوا اور خدا نے اس کی جگہ بغض وعداوت مسلط کر دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد بھلائی مسلمانوں سے اس طرح دور نکلے گی جس طرح تیز آندھیاں آتی ہیں۔ اور چلی جاتی ہیں۔“

خونِ عثمان کا اثر

حکایت نمبر ۶۹

امیر المومنین جانشین رسول الثقلین حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر آناً فاناً تمام مملکت اسلامیہ میں پھیل گئی۔ اس وقت سیدنا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا جملہ ارشاد فرمایا کہ بعد کے تمام واقعات صرف اسی ایک جملہ کی تفصیل ہیں۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا:

سیدنا عثمان کے قتل سے اسلام میں ایک ایسا رخنہ پڑ گیا ہے کہ اب وہ قیامت تک بند نہیں ہوگا۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا خون آلود کرتہ اور حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کی کٹی ہوئی انگلیاں۔ امیر المومنین حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملک شام بھیج دی گئیں۔ جب سیدنا عثمان کا مقدس کرتہ مسجد میں لٹکایا گیا۔ تو حشر برپا ہو گیا۔ اور "انتقام۔۔۔ انتقام" کی صداؤں سے فضا گونج اٹھی۔ بنو امیہ کے تمام راہنما حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو گئے۔ یہاں یہ نکتہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ امیر المومنین حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے لے کر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت بلکہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد امویوں اور عباسیوں کی خلافت کے آخر تک جس قدر بھی واقعات پیش آئے ان میں ہر جگہ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدس خون کا اثر برابر موجود ہے۔ یہ ایک ایسا دردناک واقعہ ہے۔

جس سے تاریخِ اسلام کا رُخ پلٹ گیا۔ جو کچھ جنگِ جمل میں ہوا۔ وہ بھی یہی تھا۔
اور جو کچھ کربلا میں پیش آیا وہ بھی یہی تھا۔ اور جو کچھ اس کے بعد اُمویوں
اور عباسیوں نے کیا وہ اسی ایک ظلم کے لازمی منطقی نتائج تھے۔

(الہلال ص۹۶)

نتیجۂ فکر

سیّدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ مصطفیٰ علیہ السلام کی ایک محبوب شخصیت تھے۔ آپ پر ظالموں نے ظلم کیا۔ مگر آپ مظلوم تھے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ خونِ مظلوم ایک نہ ایک دن ضرور رنگ لاتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد بنو امیہ اور بنی ہاشم میں جو کچھ بھی ہوا اس میں خونِ عثمان کارفرما تھا یعنی سیدنا امیر معاویہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم کی آپس کی کشمکش اور وادیٔ کربلا تک پہنچتے ہوئے صحرا میں جو کچھ بھی ہوا اور جو ہیبتناک آگ بھڑک اٹھی یہ خونِ عثمانؓ ہی کا زود اثر تھا۔

باب ششم

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

علیؓ کی آمد

حکایت نمبر ۱

بہاریں چمن اپنی دکھلا رہے ہیں ہواؤں کے دامن کو لہرا رہے ہیں
طیور نوا سنج بھی گا رہے ہیں مرے شوق کو وجد میں لا رہے ہیں

علیؓ آ رہے ہیں علیؓ آ رہے ہیں

زمین چمن گل کھلانے لگی ہے بہار طرب رنگ لانے لگی ہے
مسرت اثر یہ جتانے لگی ہے کدورت کو دل سے مٹانے لگی ہے

علیؓ آ رہے ہیں علیؓ آ رہے ہیں

دل افزا وہ آتی ہیں اٹھ کر گھٹائیں چلیں ہر طرف ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں
مہکنے لگیں روح پرور فضائیں ہر اک سمت سے آنے لگیں یہ صدائیں

لا نبی بعدی ز احسان خداست
پردۂ ناموس دین مصطفٰے است

مسلمانو! ہمارے حضورؐ نبیٔ آخر الزماں ہیں۔ اور آپ کے بعد کسی دوسرے نبی کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہم السلام کے چچا زاد بھائی تھے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حضور پر نور علیہ صلوٰۃ و السلام کے چچا زاد بھائی تھے۔ اور نبیٔ رحمت نے بہ ہمہ پیشۂ مقدس اس وقت قربانی تھی جبکہ حق و باطل کا معرکہ جنگ تبوک میں ہونے والا تھا۔ اور حضورؐ نے اپنا قائم مقام حضرت علیؓ کو مدینۃ الرسول میں بنا دیا۔ اور خود رزم گاہ میں تشریف لے گئے۔ جبکہ مولائے مشکل کشا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ مصطفٰے علیہ صلوٰۃ میں یہ عرض کیا تھا۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ مجھ کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ کر عازم رزم گاہ ہو رہے ہیں۔ تو اس وقت شہنشاہ ارض و سماء رطب اللسان ہوئے۔

"اے علیؓ تم خوش نہیں ہوتے کہ تمہارا حال ہارون کا سا ہے"[1]

یعنی جب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تو حضرت ہارون کو اپنا قائم مقام مقرر کر گئے تھے۔ اور یہاں پر یہ مقام قابل غور ہے کہ اس حدیث مبارک سے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ:۔

۱۔ خصائص مسلم اور نسائی شریف ص ۱۶۲

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہو۔ علی تم میری وفات کے
بعد بھی خلیفہ ہوگے۔ کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام سیدنا کلیم اللہ کی
حیات ہی میں انتقال کر چکے تھے۔ اور وہ ان کے بعد خلیفہ نہیں ہوئے
غرض یہ کہ وجہ تشبیہ صرف ایک بھی کافی ہوتی ہے۔ اور یہاں پر دو وجہیں
موجود تھیں۔ ایک قرابت جیسے ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ دوسری خلافت
اپنی قوم پر۔ اب ساری باتوں میں ہارون کی مثل ہونا ضروری نہیں۔ اور حدیث
شریف میں یہ صاف بیان ہے۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

تو معلوم ہوا کہ اور باتوں میں جناب ہارون سے جناب علی کی مشابہت
موجود نہ تھی۔ اور حضرت ہارون علیہ السلام کو یہ ایک فضیلت یہ بھی تھی کہ سیدنا
موسیٰ کے بعد سارے بنی اسرائیل میں آپ افضل و اعلیٰ تھے پھر اس کی
سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بزرگی و
فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن اس صورت میں بھی شیخین کی خلافت میں کوئی
قدح نہ ہو۔ اس لئے کہ خلافت مفضول کی باوجود فاضل کے درست ہوتی
ہے۔ خاص کر اس صورت میں جب کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت
کا متعدد احادیث میں اشارہ موجود ہے۔ اور اس بات پر سب صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم نے اتفاق کیا ہے۔ حتیٰ کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ
نے بھی ان کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پر
بیعت کی۔ اور منکرین کا استدلال اس حدیث شریف سے مردود ہوتا
ہے۔ کیونکہ خلافت اپنے گھر والوں میں بحالت حیات اور خلافت امت
کو وفات کے بعد مستلزم نہیں اور قیاس ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت ہارون
کی موت سے حضرت موسیٰ کے سامنے اور جناب ہارون علیہ السلام ایک خاص

کے بیان سُنے۔ آپ نے فرمایا یہ میری زرہ ہے۔ جو میں نے کسی سے بیچی نہ ہبہ
کی۔ یہودی نے بیان دیا کہ یہ میری زرہ ہے۔ اور میرے قبضہ میں ہے۔
"قاضی شریح نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہا:" اے علیؓ اگر کوئی گواہ
ہے تو لاؤ"

آپؓ نے فرمایا۔ میرا غلام قنبر اور حسنؓ گواہ ہیں۔ قاضی شریح نے کہا
بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں نہیں سُنی جا سکتی۔ حضرت علیؓ کے نزدیک
بیٹے اور غلام کی گواہی جائز تھی۔ مگر قاضی صاحب کے نزدیک جائز نہ تھی۔
اور یہ مسئلہ امیر المومنین اور قاضی شریح کے مابین مختلف فیہ تھا۔ اس لیے
قاضی صاحب نے اجتہاد پر عمل کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دعویٰ خارج
کر دیا۔

قاضی شریح کی عدالت سے باہر نکلنے پر یہودی نے حضرت علی رضی اللہ
عنہ کے چہرے کو بغور دیکھا تو اسے کوئی رنج و ملال نظر نہ آیا۔ یہودی دل میں
سوچنے لگا کہ حضرت علیؓ نے خلیفہ وقت ہونے کے باوجود، اپنا دعویٰ خارج
ہوتے ہوئے دیکھ کر کوئی غصہ نہیں دکھایا۔ اور آپ مطلق برہم نہیں ہوئے۔
آخر کس چیز نے انہیں اس بات سے روکا ہے؟ یہودی کے دل نے خود
ہی اس سوال کا جواب دے دیا کہ "اسلام نے"! چنانچہ وہ یہودی فوراً
سیدنا علی رضی اللہ کے قدموں میں گر گیا۔ اور عرض کی۔ حضور! میں نے آپ
کی زرہ لی اور آپ نے میرا دل لے لیا۔ یہ کہہ کر کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ
لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ پڑھتے
ہوئے مسلمان ہو گیا

(یادگارِ علی ص۸۳)

نتیجۂ فکر

دینِ مصطفائی نے عدل و انصاف کا تمام مسلمانوں کو درس دیا ہے
اور ہمارے اسلاف نے بھی ہر حال میں عدل و انصاف کا دامن مطلقاً نہ
چھوڑا۔ اور اسلام کی نظر میں "قانون" چھوٹے بڑے، مرد، عورت، امیر و
غریب، اپنوں اور بیگانوں کے لئے یکساں ہے۔ اور اسی بنا پر مسلمانوں نے
اس عدل و انصاف کی شمشیر سے دنیا کو فتح کیا اور غیروں کے دلوں کو بھی تمام
مسخر کر لیا:

حکایت نمبر

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مقدس لشکر
کو لے کر خیبر کے یہودیوں کی سرکوبی کے لئے تشریف لے گئے۔ اور خیبر پہنچ کر
یہودیوں کے تمام قلعوں کو فتح کر لیا۔ صرف ایک قلعہ "قموص" باقی تھا جو
تختگاہِ مرحب تھا۔ کئی مقدس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جانے پر بھی سر
نہ ہوا۔ زیادہ دن لگ گئے۔ مگر کامیابی معدوم تھی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ
وسلم ارشاد فرمایا:۔

"کل میں اس شخص کو علم دوں گا جس کے ہاتھ پر خدا فتح دے گا۔

اور جو خدا اور خدا کے رسول کو چاہتا ہے۔ اور خدا اور خدا کا رسول بھی اس کو چاہتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے قرار تھے کہ دیکھو کل علم کس کو ملتا ہے۔
چنانچہ دوسرے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ حضرت علی کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ اور ایسی دکھتی تھیں کہ دوسرے لوگ سہارا دے کر آپ کو بارگاہِ مصطفیٰ میں لائے۔ آپ نے اپنا لعاب دہن شریف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی آنکھوں میں لگا دیا۔ جس سے ان کی آنکھیں اچھی ہو گئیں۔ اور دعا فرمائی۔ اور اپنے دستِ مقدس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا۔ اور فرمایا جاؤ تم اس قلعہ کو فتح کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جھنڈا اور لشکر ساتھ لے کر قلعہ کی طرف بڑھے تو قلعہ کا مالک مرحب حضرت علی کے مقابلہ میں آیا اور یہ شعر پڑھنے لگا۔ ؎

قَدْ عَلِمَتْ خَیْبَرُ اَنِّیْ مَرْحَبُ
شَاکِی السِّلَاحِ بَطَلٌ مُّجَرَّبُ

خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔ کون مرحب؟
وہ جو مسلح اور تجربہ کار بہادر ہے

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرحب کا یہ شعر سنا تو آپ نے جواب میں یہ شعر پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ ؎

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہْ!
کَلَیْثِ غَابَاتٍ کَرِیْہِ الْمَنْظَرَہْ!

بر شرف مقصد فرما دیا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علم حضرت علیؓ کو
عطا فرمایا۔ اور شیر خدا کے ایک ہی حملہ میں خیبر فتح ہو گیا۔ معلوم ہوا شیر
خدا بہت بڑے بہادر اور جری تھے۔ اور یہ سب کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی عطا اور مدد سے تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حق کے آگے باطل کی کوئی حیثیت
نہیں ہوتی۔ حق کو فروغ ملتا ہے۔ اور باطل کو شکست سے ہمکنار ہونا پڑتا ہے
اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باطل کی قوتوں کے سامنے حق کو فخریہ طور پر پیش کرنا
چاہیئے۔ اور اپنی تعریف بیان کرنی چاہیئے۔ تا کہ باطل کی قوتیں پاش پاش
ہو جائیں۔ اور یہ بھی روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ مقبولانِ حق کی بہت بڑی
طاقت و ہمت ہوتی ہے۔ جو دروازہ کو کئی آدمی مل کر کھولتے تھے وہ
سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اتنا بڑا دروازہ اپنے ایک ہی ہاتھ سے اکھاڑ
کر دور پھینک دیا۔

علیؓ کو وصیت

[illegible]

یوں نبی بولے علیؓ سے اے علیؓ
شیرِ حق تو پہلوان تو اور جری
اپنی شیری پہ نہ کرنا اعتماد

سرو لے سے سایۂ نخلِ شمشاد

طاعتیں کرتے ہیں سب سو طرز سے

راحتِ قربِ الٰہی کے لیے

تو تقربِ عقل و دل سے کر حصول

ہے کمال اور نیکی پہ غرہ فضول

اے علیؓ سب چھوڑ کر طاعت راہ

ڈھونڈ لیں اک سایۂ حق تا الٰہ

(الہام منظوم ترجمہ مثنوی نظر ثانی شدہ ۲۰۰۲)

نتیجۂ فکر

ہر کوئی طاعت کی جانب ہے رواں — دیتا ہے اخلاص کا اپنے نشان

غافلوں کے سائے میں تو لے پناہ — تاکہ پائے دشمنِ جاں سے پناہ

اک یہی طاعت مطابق نجد سے ہے

اس سے سبقت کر تو ہر سابق نجد سے ہے

بابِ مدینۃ العلم

حکایت نمبر ۵۱

حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں کہ" سارے علوم قرآن پاک میں ہیں اور قرآن پاک کے سارے علوم سورۃ فاتحہ میں ہیں۔ اور سورۃ فاتحہ کے سارے علوم" بسم اللہ" میں ہیں۔ اور بسم اللہ کے سارے علوم "بسم اللہ شریف کی" ب" میں ہیں۔ و پھر سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو باب مدینۃ العلم ہیں آپ فرماتے ہیں۔

اَنَا النُّقْطَۃُ تَحْتَ الْبَاءِ

" ب" کے نیچے کا نقطہ میں ہوں۔

(روح البیان ص۶۱۲ ج۱ مجالس ص۳۶)

نتیجہ و شکر

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فطرۃً ذہین اور طباع تھے۔ آپ کی پرورش اور تربیت شہنشاہِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگرانی میں ہوئی تھی۔ گویا۔ ع

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد

کے مصداق آپ رنگِ مصطفائی میں رنگے ہوئے تھے۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بچپن ہی میں سیدِ رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت کی سعادت حاصل رہی اور شافعِ یوم النشور نے بنفسِ نفیس آپؓ کو قرآن و حکمت کی تعلیم دی۔ قرآنِ کریم جو دینی علوم و معارف کا سرچشمہ ہے۔ اس سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ پوری طرح سیراب تھے۔ آپؓ کا شمار اُن صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہوتا تھا جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی میں نہ صرف یہ کہ پورا قرآن زبانی یاد کر لیا تھا بلکہ اس کی ایک ایک آیتِ کریمہ کے معنی اور شانِ نزول سے واقف تھے۔ آپؓ نے بچپن سے لے کر وصالِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک تقریباً تیس سال حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت و رفاقت میں بسر کیے۔ اس مسلسل رفاقت و صحبت کے سبب آپؓ اسلام کے احکام، فرائض و ارشاداتِ نبوی کے سب سے زیادہ جاننے والے اور سب سے بڑے عالم و فاضل تھے۔[1]

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تفقہ، اجتہاد میں کامل دسترس اور غیر معمولی بصیرت حاصل تھی۔ چونکہ عالمِ طفولیت ہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ عاطفت میں تربیت پائی تھی۔ اس لیے اخلاق و تقویٰ اور معارفِ قرآن میں اپنی نظیر آپ تھے۔ یہ سبھی فیضانِ[2] انورِ سرور لعابِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل آپ کو حاصل ہوا۔ جبکہ آپؓ نے تناول کیا تھا۔

---

١. محسنِ اعظم اور محسنین ص ١٦٣

٢. تفسیر روح البیان ص ۵۰ جلد ۴

چنانچہ حضرت زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین خواجہ فرید الدین عطار رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؓ کی شانِ مقدس میں رطب اللسان ہوئے ہیں۔

خواجہ حق پیشوائے راستین
کوہ علم و بحر علم و قطب دین
ساقی کوثر امام و رہنما
ابن عم مصطفیٰ شیر خدا
مرتضیٰ و مجتبیٰ جفتِ بتول رض
خواجہ معصوم داماد رسول
در بیان رہنمائے آمدہ
صاحب سر سلونی آمدہ
مقتدائے دین باستحقاق اوست
مفتی مطلق علی الاطلاق اوست
چون ندا از حضرت حق یکی است
عقل را نہ بیش علمش شک است

ہم ز راہ سی کم علی جان آگہ است
ہم علی مستول فی الذات اللہ است
گشت اندر کعبہ آں حاسب قبول
بت شکن بر پشتی پشتِ رسول
گاہ در جوشش آمدہ از کار خویش
گاہ فرزندی بہ سر اسرار خویش

فیضانِ نبی

حکایت نمبر ۷۶

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں
"پرسیدہ شد از علی رضی اللہ عنہ از سبب فہم و حفظ وے
گفت چوں غسل دادہ شد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را
جمع شد آب در چکہا ئے وے پس برداشتم من بزبان
خود آں را فرو بردم پس پیدا شد قوت حفظ از وے"
(اشعۃ اللمعات ص ۲۳۱ جلد ۲)

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا سبب پوچھا گیا کہ

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ زاہد بھی تھے۔ اور اہل تقویٰ بھی تھے۔ اور
برائیوں کے مٹانے والے اور نیکیوں کے قائم کرنے والے بھی تھے۔

گویا۔ سیدنا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان مقدس
بڑی ارفع و اعلیٰ ہے اور جو کچھ بھی اوصاف و کمالات آپ میں پائے جاتے
ہیں یہ سبھی علوم و اختیارات دراصل شہنشاہ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
ہیں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔ ؎

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اخلاص علی

حکایت نمبر ۲۲

امیر المومنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جنگ میں
ایک کافر پر قابو پایا۔ اور اسے گرا کر اس پر تلوار چلانے لگے۔ کہ اس کافر نے حضرت
علی کے چہرۂ انور پر تھوک دیا۔ آپؓ نے فوراً برہنہ شمشیر میان میں کر لی۔ اور
پیچھے ہٹ گئے۔ وہ کافر بڑا ہی حیران و پریشان ہوا اور جناب علیؓ سے
مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

اے علیؓ تم نے مجھے پوری طرح قابو میں لے لیا تھا۔ پھر چھوڑ کیوں دیا۔
چنانچہ سیدنا علی مرتضیٰ ...... رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مبارک [illegible]

ورنہ گذرتی یہ خلافِ آدابِ جنگ
رہ گیا کافر کھڑا حیران و دنگ
دست بستہ عرض کی اے باکمال
گر اجازت ہو کروں دل میں اک سوال
ہو رہی تھی میری شرارت کی سزا
عفو میں مجھ کو بتا حکمت ہے کیا
مسکرا کر وہ ولیِ انس و جاں
بولا ہو کے اپنی زباں سے درفشاں
تجھ کو مجھ سے تھی نہ ذاتی دشمنی
جو عداوت تجھ سے تھی للہ تھی
مارتا اس وقت میں تجھ کو اگر
نفس کہتا دل میں اپنے پھول کر
انتقام اس سے لیا اچھا کیا
نفسِ کینہ کا اس لئے کچھ پایا مزا
شیر حق ہوں حق پہ ہے میرا یقیں
نفس کے کہنے پہ میں چلتا نہیں

دیکھ کر اخلاص شاہِ دین کا
مشرک بے دیں مسلماں ہو گیا
مرتضیٰ کا دیکھ کر اخلاص نام
قوم بھی اس کی ہوئی مومن تمام
تیغ حق سے ہے سبق اخلاص کا
یوں ادا کرتے ہیں حق اخلاص کا

(مثنوی شریف، ترجمہ موتیوں کا ہار [illegible])

نتیجہ فکر

ظلم کی تلوار کرتی ہے وہ کام
چھوڑتی ہرگز نہیں دشمن کا نام

نگاہِ علی

حکایت نمبر ۸۷

ایک دن حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ایک دہقان کی شکل میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور بیٹھ کر خدمت میں عرض کی "یا علیؓ! آپ باب مدینۃ العلوم ہیں ذرا میری ایک بات تو بتائیے اور بتائیے کہ جبرئیل امین اس وقت کہاں ہے۔"

چنانچہ حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے پہلے تو اوپر نگاہ اٹھا کر دیکھا پھر نیچے زمین پر دیکھا اور پھر آسمان کی طرف دیکھا اور پھر بیٹھنے والے کو دیکھ کر فرمایا اس وقت جبرئیل نہ تو آسمان پر ہے اور نہ زمین میں کہیں ہے۔ اس لئے میرے خیال میں جبرئیل تو تو ہے۔"

(تذکرۃ الاولیاء ص ۲۵)

نتیجۂ فکر

سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہوں میں کائنات کی کوئی چیز بھی پنہاں نہیں۔ آپ کی نظر پاک وہ نظر ہے کہ جبرئیل امین بھی اس نظر سے چھپ نہیں سکے۔ اور جس آقا و مولیٰ حضور رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک غلام مرتضیٰ کی نظر سے حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی نہ چھپ سکے ......

بھلا اس آقائے نامدار کی نظر پاک سے کون سی شے ایسی ہے جو چھپ سکے گویا حضور دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ نظر مقدس ہے کہ خدائی تو نظر آئی ہی، خود خداوند قدوس بھی حضور کی نگاہ پاک سے

نہ چھپ سکے۔ اسی لئے اعلیٰحضرت فرماتے ہیں:۔

اور کیا غیب تم سے نہاں ہو بھلا

جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

ایک عجیب فیصلہ

حکایت نمبر ۲۱۲

ایک دن تین شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ وہ سترہ اونٹ بھی ساتھ لائے اور آپ سے عرض کی کہ حضور! یہ سترہ اونٹ ہمارے سرمایہ کے شراکت کے ہیں۔ ان کو اس طرح تقسیم کریں کہ کسی اونٹ کو ذبح کر کے تقسیم نہ کرنا پڑے۔ ہم میں سے ایک کا نصف حصہ ہے۔ اور ایک کا تیسرا اور ایک کا نواں حصہ ہے۔

آپ نے اپنے غلام قنبر کو حکم دیا کہ ان سترہ اونٹوں کو ایک قطار میں کھڑا کر دو۔ اور اپنا ایک اونٹ بھی لا کر ان کے ساتھ کھڑا کر دو۔ قنبر نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر آپ نے نصف حصہ والے کو حکم دیا کہ آپ اپنے نو اونٹ لے لو۔ اس نے لے لئے۔ پھر آپ نے تیسرے حصے والے کو حکم دیا۔ اس نے بھی اپنے چھ اونٹ لے لئے۔ پھر آپ نے نویں حصے والے کو حکم دیا کہ تم بھی اپنے دو اونٹ لے لو۔ اس کے بعد آپ نے قنبر کو حکم دیا کہ اپنا اونٹ لے جا کر اپنے [illegible]

باندھ دے۔ اسی طرح آپ نے سترہ ارنٹ تقسیم کر دیئے۔
(یادگار علی صفحہ ۹)

نتیجۂ فکر

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل کمال ذہن دیا تھا جس کی بدولت آپ پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل حل فرما لیتے اور معترض کو اعتراض کی کبھی ضرورت نہ پڑتی۔ یہی تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مولا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ہی فرمایا تھا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ پس جس شہر کے دروازے کا اتنا وسیع علم ہو تو اس شہر کا اپنا علم کتنا ہوگا۔

علی رضی کی آرزو

حکایت نمبر ۸

ایک دفعہ ایک شخص نے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے سوال کیا کہ آپ اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے ہیں کہ:-

"اے خدا ہم کو خلفائے راشدین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ اور انہیں کے سے کام کرنے کی توفیق عنایت فرما۔ اور ان کے کاموں کی طرح ہمارے کاموں کی اصلاح کر۔"

سائل! یا علیؓ یہ کون لوگ ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مبارک آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اور سائل سے فرمانے لگے:۔

یہ میرے حبیب ابوبکرؓ و عمرؓ (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ جو ان کی پیروی کرے گا نجات پائے گا۔ اور حزب اللہ میں داخل ہوگا۔

(یادگار علیؓ ص ۸)

تبصرہ

سیدنا امیر المومنین صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کی بہت مقدس شان ہے اور خود سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے۔ اور انہیں مقتدایانِ حق کے نقش قدم پر چلنے کی ہر وقت حسرت و آرزو رکھتے تھے۔ معلوم ہوا سیدنا صدیق اکبر سیدنا فاروق اعظم حق پر تھے۔ اور نبی اکرم کے ہدایت یافتہ تھے۔ غاصب و ظالم نہ تھے۔ مولائے علی رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق ان دونوں سے محبت رکھنا جزوِ ایمان اور ان کے قدم بقدم چلنا درحقیقت حزب اللہ میں شمولیت ہے۔ اور جو شخص ان کے جنتی ہونے سے انکار کرے وہ کیوں نہ بدخصلت ہوگا۔ لہٰذا ان لوگوں کو چاہیئے کہ مولائے علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے اتباعِ خلفائے راشدین کریں۔

ایک لمحہ کے لیئے خاموشی چھا گئی۔ علیؓ ابن ابی طالب کے نام
سے وہ تھر تھراتے تھے۔ بالآخر ابن ملجم نے مہر سکوت توڑی
"میں علیؓ کو قتل کر دوں گا۔"

ان ہولناک مہموں کے لئے ۱۷ رمضان شریف کی تاریخ مقرر کی گئی
پہلے دو شخص اپنی مہم میں ناکام رہے۔ لیکن ابن ملجم کامیاب ہو گیا۔ اس
اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

مکہ سے چل کر ابن ملجم کوفہ پہنچا یہاں بھی خوارج کی ایک بڑی تعداد موجود
تھی ابن ملجم ان کے ہاں آتا جاتا تھا۔ ایک دن قبیلہ تیم الرباب کے بعض خارجیوں
سے اس کی ملاقات ہو گئی۔ ان میں ایک خوبصورت عورت "قطام بنت شجنہ
بن عدی" بنا سامر بھی تھی۔ ابن ملجم اس پر عاشق ہو گیا۔ سنگدل نازنین نے کہا۔

"میرے وصل کی شرط یہ ہے کہ جو مہر میں طلب کروں وہ ادا کرو۔"

ابن ملجم راضی ہو گیا۔ قطام نے اپنا مہر یہ بتایا:-

"تین ہزار درہم۔ ایک غلام۔ ایک کنیز۔ اور علیؓ کا قتل۔"

ابن ملجم نے یہ منظور کیا۔ "مگر علیؓ کو کیونکر قتل کروں؟"

خونخوار معشوقہ نے جواب دیا "چھپ کر۔"

"اگر تو کامیاب ہو کر لوٹ آئے گا۔ تو خلقت کو شر سے نجات دے گا۔
اور اہل و عیال کے ساتھ مسرت کی زندگی بسر کرے گا۔ اگر مارا جائے گا تو
جنت اور لازوال نعمت حاصل کرے گا۔"

ابن ملجم اس کے جواب سے مطمئن ہو کر یہ اشعار گانے لگا۔

ثلاثة آلاف وعبد وقينة   وضرب علي بالحسام المصمم

فلا تجعلنا علی من علی وان علی   ولا فلک الا دون فتلک ابن ملجم

یادگار علی صد۲۳ مصنفہ پروفیسر مولوی محمد عمر خاں
طبقات ابن سعد۔ کامل ابن اثیر
الملال صفحہ ۱۰۰ وغیرہم

نتیجۂ فکر

جس طرح ابن سبا یہودی کے گروہ کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے عداوت تھی۔ اسی طرح خارجی گروہ کو اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم سے عداوت تھی۔ اور یہ دونوں گروہ ہی اسلام اور مسلمانوں کے لئے بے حد خطرناک ثابت ہوئے۔ چنانچہ ان خارجیوں کو حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سخت عداوت تھی۔ اور وہ یہی چاہتے تھے کہ ان کو قتل کر دیں۔

موت کا احساس

حکایت نمبر ۸۳

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سحر کے وقت میں والد گرامی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا فرزند! رات بھر جاگتا رہا ہوں ذرا اونگھ آئی تو بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی تو خواب میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ میں نے عرض کیا!

یا رسول اللہ! آپ کی امت سے میں نے بڑی تکلیف پائی۔

تو حضورؐ نے فرمایا! اے علیؓ خدا سے دعا کر تجھے ان سے چھٹکارا دے"

ایک روایت میں ہے کہ مؤذن "ابن النباح" کے پکارنے پر بھی آپؓ اٹھے نہیں بلکہ لیٹے رہے۔ مؤذن دوبارہ خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر آپ سے پھر بھی اٹھا نہ گیا۔ سہ بارہ اس کے آواز دینے پر آپ بمشکل بستر سے اٹھے اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے مسجد کو تشریف لے گئے۔ ؎

اشدد حیازیمک للموت فان الموت لاقیکا

موت کے لئے کمر کس کے تیار ہو کہ موت تجھ سے ضرور ملاقات کرنے والی ہے

ولا تجزع من الموت اذا حل بوادیکا

موت سے نہ ڈر اگر وہ تیرے ہاں نازل ہو جائے

(راحیل احمد جعفری : انسان عظیم)

تبحرِ فکر

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قریب رہ کر آنے والے حادثہ کا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ کیونکہ آپ مدینۃ العلم کے دروازہ تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خود حضور علیہ السلام بھی آپؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا علیؓ تم ان مصائب و آلام سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے خدا سے دعا کرو تمہاری مشکلیں حل ہو جائیں گی۔ گویا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حیات النبی ہو کر فریاد رس ہیں۔ اور جو اس حقیقت کا انکار کرے وہ بے خبر ہے۔

وصیت علیؓ

حکایت نمبر ۸۳

امیر المومنین سیدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصال شریف کے وقت ایک وصیت کی جو کہ اپنی افادیت کے لحاظ سے بلند و بالا ہے اور فصاحت و بلاغت سے جامع اور رموز و اسرار سے ارفع و معلیٰ ہے۔ آپ یار طب اللسان ہوئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ علی ابن ابی طالب کی وصیت ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور یہ کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میری نماز میری عبادت، میرا جینا، میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔ پھر اے حسنؓ! میں تجھے اور اپنی اولاد کو وصیت کرتا ہوں۔ کہ خدا کا ڈر کرنا اور جب مرنا تو اسلام ہی پر مرنا سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ کیونکہ میں نے ابو القاسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے سنا ہے کہ

آپس کا ملاپ قائم رکھنا روزے نماز سے کہیں افضل ہے۔
اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھو ان سے بھلائی کرو خدا
تم پر حساب آسان کر دے گا۔ اور ہاں یتیم! یتیموں کا
خیال رکھو۔ ان کے منہ میں خاک مت ڈالو وہ تمہاری موجودگی
میں ضائع نہ ہونے پائیں۔ اور دیکھو! ہمسایہ۔ پڑوسی! اپنے
پڑوسیوں کا خیال رکھو کیونکہ یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم برابر پڑوسیوں کے حق میں وصیت کرتے رہے یہاں
تک کہ ہم سمجھے شاید انہیں ورثہ میں شریک کر دیں گے۔

اور دیکھو! قرآن، قرآن! ایسا نہ ہو قرآن پر عمل کرنے
سے کوئی تم پر بازی لے جائے۔ اور نماز! نماز! کیونکہ وہ
تمہارے دین کا ستون ہے۔ اور تمہارے رب کا گھر! اپنے
رب کے گھر سے خالی نہ ہونا۔ اور جہاد کرتے رہو۔ زکوٰۃ!
زکوٰۃ! زکوٰۃ پروردگار کا غصہ ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ اور ہاں
تمہارے نبی کے ذمی۔ تمہارے نبی کے ذمی (یعنی وہ غیر مسلم جو
تمہارے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں) ایسا نہ ہو تمہارے
سامنے ظلم کیا جائے۔ اور تمہارے نبی کے صحابی! تمہارے نبی
کے صحابی! یاد رکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی صحابیوں
کے حق میں وصیت کی ہے۔ اور فقراء و مساکین انہیں اپنی روزی

میں شریک کرو۔ اور تمہارے غلام، تمہارے غلام (غلاموں) کا خیال رکھنا۔ خدا کے باب میں اگر کسی کی کبھی پرواہ نہ کروگے تو خدا تمہارے دشمنوں سے تمہیں محفوظ کر دیگا۔ خدا کے تمام بندوں پر شفقت کرو، میٹھی بات کرو۔ ایسا ہی خدا نے حکم دیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ چھوڑنا ورنہ تمہارے اشرار تم پر مسلط کر دیئے جائیں گے، پھر تم دعائیں کروگے تو قبول نہ ہوں گی۔ باہم میل جول رکھنا اور سادگی پسند ہو۔ خبردار ایک دوسرے سے قطع تعلق کرنا اور آپس میں پھوٹ ڈالنا۔ نیکی اور تقوے پر مدد کرنا، گناہ اور زیادتی پر کسی کی مدد نہ کرنا۔ خدا سے ڈرو کیونکہ اس کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔ اے اہل بیت، خدا تمہیں محفوظ رکھے اور اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ پر قائم رکھے۔ میں تمہیں خدا ہی کے سپرد کرتا ہوں، تمہارے لئے سلامتی اور برکت چاہتا ہوں"۔

(انتقال سنہ ۴۰ھ حسن خلق اور حسن سلوک ... ...)

طبری جلد ۶

نتیجۂ فکر

سیدنا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم و فضل زہد و اتقاء فہم و ذکا اور عقل و دانش کے بہترین نمونہ تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ فصاحت و بلاغت کے منبع تھے۔ اس حقیقت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ سیدنا امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بلند مرتبہ صحابی نے بھی آپ کے علم و فضل کو سراہا۔ اور ہمیشہ آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ قرآنی علوم اور معارف کے آپ سب سے بڑے ماہر تھے۔ نیز آپ نے عامۃ الناس اور خصوصاً اپنے اہل بیت رضی اللہ عنہم کو جو تلقین عدل و انصاف کے واسطے کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ تصوف و طریقت کے اسرار و رموز کے آپ شناسا تھے۔ اور تزکیۂ نفس میں جو مقام امیر سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے صوفیائے کرام اور اولیائے عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے تمام سلسلے آپ ہی سے شروع ہو کر آپ ہی پر ختم ہوئے اور آپ ہی ہمارے سلسلۂ چشتیہ رضی اللہ عنہم کے جد امجد ہیں۔ تصوف و سلوک کے منازل کے بارے میں جو باتیں آپ نے ارشاد فرمائیں وہ تمام اولیائے عظام رضی اللہ عنہم کے نزدیک ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ حضرت خواجہ شیخ حمید الدین عطار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

امیر المومنین سر نبوت　　امیر المومنین اصل فتوت

امیر المومنین نطق زبان است ‏ امیر المومنین شرح بیان است

امیر المومنین سلطان عادل ‏ امیر المومنین انسان کامل

امیر المومنین باب ولایت ‏ امیر المومنین فخر نبوت

اگر از بخت برخوردار باشی

مطیع حیدر کرار باشی

شہادت علی

حکایت نمبر ۸۲

۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کی نماز پڑھنے مسجد میں تشریف لائے۔ اور ابن ملجم کو جو مسجد میں سویا ہوا تھا جگایا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کی۔ سر سجدہ میں رکھ کر راز و نیاز الٰہی میں مستغرق تھا۔ کہ اتنے میں ابن ملجم نے پیچھے سے زہر میں بجھی ہوئی تلوار جو کہ اسی ناپاک مقصد کے لئے پہلے سے تیار کی ہوئی تھی سے وار کیا۔ زخم سر اقدس پر آیا۔ زخم کھا کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ نعرہ مارا۔ فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ

"خدا کی قسم میں منزل مراد کو پہنچا"

در پھر آپ زمین پر گر گئے۔ اور حکم فرمایا کہ میرے قاتل کو پکڑ کر میرے
پاس لے آؤ۔ یہ حکم سن کر لوگوں نے قاتل کو پکڑ کر آپ کے سامنے لے آئے۔
حضرت مولیٰ علیؓ نے فرمایا! اس میرے مہمان کے لئے نرم بستر بچھاؤ۔ اچھا
بہترین ذائقہ کا کھانا پکا کر اسے کھلاؤ۔ اور اسے ٹھنڈا پانی بھی پلاؤ۔ زہر آلود
تلوار کا زخم اور کاری زخم حالت نازک سے نازک تر ہوتی چلی جا رہی تھی۔ اور
آپ کو شدت سے پیاس لگی۔ گھر والے آپ کے لئے شربت بنا کر لائے۔ حضرت
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ پہلے میرے قاتل کو یہ شربت پلاؤ۔ گھر والے
جب شربت ابن ملجم کے پاس لائے تو وہ بدبخت بولا میں سمجھتا ہوں کہ تم نے
اس میں میرے لئے زہر گھول رکھا ہے۔ یہ کہہ کر شربت پینے سے انکار کر دیا۔
سیدنا علی رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر رو پڑے اور فرمایا! اے بدنصیب
اگر تو اس وقت یہ میرا شربت پی لیتا تو میں قیامت کے دن جام کوثر ہرگز نہ
پیتا جب تک پہلے تجھے نہ پلا لیتا۔ مگر میں کیا کروں کہ تو میرے ساتھ رہنا پسند
نہیں کرتا۔ اس کے بعد آپؓ کی حالت بہت نازک ہو گئی۔ اور فرمایا میں دیکھ
رہا ہوں کہ جنت بڑی جماعت فرشتوں کی ہے۔ ان کے ساتھ جنت پر بڑے
تخت نبیوں کے ہیں۔ سب سے آگے تو فخر الانبیاء حضور سید المرسلین
محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ
اے علیؓ! خوش ہو جاؤ کہ اب تم پر سختیاں اور راحت میں بدلنے
جانے ہو۔ اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بہت تسبیحیں فرمائیں۔ اپنے
قاتل کے متعلق کہا کہ معمولی ہو تو قصاص نہ لینا۔ اور ۲۰ رمضان مبارک
سنہ ۴۰ ہجری جمعۃ المبارک کی شب ۶۳ سال کی عمر میں آپ نے وصال پایا۔
تو حضور رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال شریف ہوا تھا۔ حضرت

امام حسنؑ نے خود اپنے ہاتھوں سے تجہیز و تکفین کی۔ اور ابو تراب کو سپردِ خاک کر دیا گیا

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ؕ

نتیجۂ فکر

ان مقبولانِ حق کی یہ سیرت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخم کھاتے ہیں۔ اور قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ہم اپنی مراد کو پہنچے اور اپنے قاتل کی خاطر و مدارات بھی کرتے ہیں اور ان پاک لوگوں پر بڑے سے بڑے مصائب و آلام بھی نازل ہوتے ہیں۔ اور وہ ہر حال میں خدا تعالیٰ کی مرضی پر راضی برضا رہتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان مقبولانِ الٰہی کی موت محض ایک نقل مکانی ہوتی ہے۔

گویا۔ ؎

دلہا تمام ز آتشِ حسرت کباب شد

جانہا اسیرِ سلسلۂ اضطراب شد

لب تشنگانِ بادیۂ اشتیاق را

دریائے صبر و سلامت سراب شد

اظہارِ تعزیت

حکایت نمبر ۸۵

حضرت زید بن حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب امیر المومنین جانشین رحمۃ للعالمین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر حضرت کلثوم بنت سعد رضی کے ذریعہ مدینۃ الرسول میں پہنچی تو اس ناگہانی خبر کو سننے والے تمام شہر میں کہرام مچ گیا کوئی آنکھ نہ تھی جو نہ روتی ہو بالکل وہی منظر درپیش تھا جو سیدِ لولاک حضرت محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات شریف کے دن دیکھا گیا تھا جب ذرا سکون ہوا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا:۔

"چلو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھتیجے کی موت سن کر اُن کا کیا حال ہوا ہے"۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

سب لوگ ہجوم کر کے ام المومنین کے گھر گئے، اجازت چاہی، اندر جا کے دیکھا کہ حادثہ کی خبر یہاں پہلے سے پہنچ چکی ہے۔ اور ام المومنین غم سے نڈھال اور آنسوؤں سے تر بتر بیٹھی ہیں۔ لوگوں نے حالت دیکھی تو خاموشی سے لوٹ آئے

حضرت زبیر بن حسین رضی اللہ عنہ پر رطب اللسان ہوئے کہ دوسرے
دن مشہور ہوا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی
کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر پر جا رہی ہیں۔ مسجد میں جتنے
بھی مہاجرین و انصار تھے استقبال کو اٹھ کھڑے ہوئے اور ام المومنین
کسی کے سلام کا جواب دیتی تھیں۔ نہ ہی بولتی تھیں۔ شدت گریہ سے آپ کی
زبان مبارک بند تھی۔ دل تنگ تھا۔ چادر تک نہ سنبھلتی تھی۔ بار بار پیر چادر میں
الجھتی اور آپ لڑکھڑا جاتیں۔ بہ وقت تمام روضہ منورہ پر پہنچیں۔ لوگ پیچھے
پیچھے آ رہے تھے۔ روضہ انور میں داخل ہوئیں۔ تو دروازہ شریف پکڑ کر کھڑی
ہوگئیں اور ٹوٹی ہوئی آواز میں نبی آخر الزماں کی قبر مبارک سے کہا۔

اے نبی ہدایت! تجھ پر سلام۔ ابوالقاسم تجھ پر سلام۔
رسول اللہ! آپ پر اور آپ کے دونوں ساتھیوں پر سلام
میں آپ کے محبوب ترین عزیز کی موت کی خبر آپ کو سنانے
آئی ہوں۔ میں آپ کے عزیز ترین کی یاد تازہ کرنے آئی ہوں
بخدا آپ کا چنا ہوا حبیب منتخب کیا ہوا زبیر قتل ہوگیا۔
جس کی بیوی افضل ترین عورت تھی۔ واللہ وہ قتل ہوگیا جو
ایمان لایا وہ ایمان کے عہد میں پورا اترا۔ میں رہنے والی
مگر وہ ہوں میں اس پر آنسو بہانے اور دن گننے والی
ہوں۔ اگر قبر کھل جاتی تو آپ کی زبان مبارک بھی یہی کہتی کہ
میرا عزیز ترین اور افضل ترین وجود فنا ہوگیا۔

(اقتباس از العقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۲)

نتیجۂ فکر

امیر المومنین حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت سے
تمام مسلمانوں کو بہت سخت صدمہ ہوا۔ اور خصوصاً ام المومنین حضرت سیدہ
عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو زیادہ ہوا کیونکہ آپ مسلمانوں کی ماں
تھیں۔ گر ماں کے سامنے اولاد مر جائے تو کیا ماں کو احساس نہیں ہوتا کہ
رنج و ملال اور روحانی و ذہنی تکلیف نہیں ہوتی؟ یقیناً اول درجہ کی تکلیف
ہوتی ہے اور ایک گھڑی وہ بھی آجاتی ہے کہ صبر کا دامن بھی چھوٹ جاتا ہے۔
اور عقل سلیم کے مطابق حقیقت بھی یہی ہوتی ہے کہ ماں کو جو اپنی اولاد کے
ساتھ محبت و الفت اور نسبت ہے۔ وہ عجیب الاثر ہوتی ہے۔ چنانچہ
ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا
جب نتیجہ نہایت افسوس کیا۔ اور دلی جذبات برداشت نہ ہو سکے۔
اور اسی ذہنی کیفیت کے سبب آپ روضۂ نور پر تشریف لے گئیں۔ اور
اپنے دلی جذبات کا اظہار حضور سرورِ کون و مکاں سے کیا۔ پھر کس قدر وہ
سینہ زوریت اور بے حیا آدمی ہیں جو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ
عداوت و بغض رکھتے ہیں و کہتے ہیں کہ "جناب عائشہ کو علی سے بغض
تھا" حالانکہ کتاب استیعاب وغیرہ میں مذکور ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ
نے جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سنی تو ٹھنڈی سانس لی اور
فرمایا: "اب عرب جو چاہیں کریں۔ کوئی انہیں روکنے والا باقی نہیں رہا۔"

فَهٰذِهٖ سِلْسِلَتِیْ مِنْ مَشَائِخِیْ فِیْ طَرِیْقَۃِ الْچِشْتِیَّۃِ نِظَامِیَّۃِ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ

یہ سلسلہ میرا میرے مشائخوں کا بیچ طریقہ چشتیہ نظامیہ کے رضوان خدا بلند تعالیٰ ان سب سے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحم کرنے والا اور بخشش کرنے والا ہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ مِّائَۃَ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّۃٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

شجرۂ مبارکہ کو پنجگانہ نماز کے بعد ذوق و شوق سے پڑھئے۔ لیکن ختم شریف کا اہتمام کیجئے۔ ترکیب حسب ذیل ہے۔

اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود چشتیہ شریف درمیانی حصہ میں
ایک مرتبہ شجرہ شریف۔ ایک مرتبہ الحمد شریف تین بار۔ آیت الکرسی تین بار
چہار قل شریف پڑھکر بارگاہِ کون و مکاں حضور سرورِ کائنات عالم
ما کان و مایکون علیہ الصلوٰۃ والسلام میں نذرانۂ عقیدت بڑی عاجزی و
انکساری سے پیش کیجئے۔ اور حضور ہی کے توسل سے سبھی انبیاء۔ صحابہ کرامؓ
اہل بیت عظامؓ شہدائے کرامؓ۔ امہات المومنینؓ۔ بزرگانِ چہار سلاسل
اور جملہ ہائے سلسلۂ عالیہ چشتیہ اولیائے چشتیت رضوان اللہ تعالےٰ
علیہم اجمعین کی ارواحِ پاک کو ہدیۂ تبریک پیش کریں۔ اس کے بعد اپنے
اور اپنے شیخ کے درجاتِ عالیہ کے بلند ہونے کی دعا کریں۔ بندہ فرید کا ایمان
ہے کہ ہندو پاکستان توکیا ؟ برِاعظم ایشیا۔ خواجۂ خواجگان ثبوت
الثقلین منائح القطب حضرت سیدنا و مرشدنا غریب نواز سید
معین الدین حسن چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرہونِ منت ہے۔
جن کی شب و روز انتھک جد و جہد سے فروغِ اسلام اور دینِ
مصطفائی کو چار چاند لگے اور انوارِ چشتیہ کی مقدس شعاعوں نے
ذرے ذرے کو درخشاں کر دیا۔ اور اولیائے چشتیت رضی اللہ عنہم
کی طفیل خداوند قدوس ہر مسلمان مرد و عورت کو مصائب و آلام سے
محفوظ رکھتے ہیں۔ لہٰذا برادرانِ طریقت شجرۂ مقدس کی بلاناغہ سوز و
گداز اور لحن سے تلاوت کریں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

اے خدا تو اپنی ذاتِ کبریا کے واسطے
رحم کر مجھ پر محمد مصطفیٰؐ کے واسطے

میں ہوا ہوں سخت زار اس دنیا میں اسیر
کھول دے مشکل میری علی المرتضیٰ کے واسطے

خواجہ بصری حسن کا نام لاتا ہوں شفیع
شیخ عبد الواحد اہلِ تقا کے واسطے

فضل کر مجھ پر فضیل خواجہ ابن عیاض
شاہ ابراہیم بلخی بادشاہ کے واسطے

حضرت خواجہ حذیفہ کیلئے ٹک رحم کر
بو ہبیرہ بصری رضہ کی صاحب صدق کے واسطے

خواجہ ممشاد کی خاطر میرا دل شاد کر
شیخ ابو اسحاق رضہ قطب چشتی کے واسطے

خواجہ ابدال محمد رضہ بو محمد مقتدا
خواجہ بو یوسف صاحب صفا کے واسطے

خواجہ مودود حق، خواجہ حاجی شریف

خواجہ عثمان اہل اقتدا کے واسطے

والیٔ ہندوستان خواجہ معین الدین حسن

اور قطب الدین قطب الاتقیا کے واسطے

کام کر شیریں طفیل خواجہ گنج شکر

شاہ نظام الدین محبوب اولیا کے واسطے

دل کو روشن کر طفیل شاہ نصیر الدین چراغ

اور کمال الدین کمال اصفیا کے واسطے

دور کر ظلمت سراج الدین دنیا کے لئے

خواجہ علم الحق شمس الہدیٰ کے واسطے

حضرت محمد حق سرور دنیا و دیں

اور جمال الدین حمید سعید حق کے واسطے

شیخ حسن اور خواجہ شیخ محمد کی طفیل

حضرت یحییٰ مدنی مقتدا کے واسطے

فضل کر مجھ پر طفیل شاہ کلیم اللہؓ ولی
اور نظام الدینؓ مقبول خدا کے واسطے

دین و دنیا کا وسیلہ پیر عالم فخر الدینؓ
قبلہ عالم نور محمدؓ رہنما کے واسطے

نور ایماں سے منور کر میرا قلب حزیں
پھر جمال اللہؓ خواجہ مقتدا کے واسطے

آنکھ وہ دے جس سے پہچانوں تیری ذات و صفات
خواجہ عالی خدا بخشؓ نور الہدیٰ کے واسطے

دل میں میرے تو بسے اور بس رہے تیرا حبیب
شہ محمدؓ خدا یارؓ غوث العلا کے واسطے

بادۂ وحدت سے کر دے تو مجھے مست الست
خواجہ سیف الدینؓ صدر اولیا کے واسطے

ہر بن مو سے میرے نکلے صدائے حق حق
ہاشمی خواجہ محمدؓ رہنما کے واسطے

منبعِ جود و سخا مظہر نورِ خدا
ذات پاک غلام محمد نورالعلا کیواسطے
جانشین فریدالدین . ضامن دنیا و دین
خواجہ غلام محمد صاحب سخا کیواسطے
مرکزِ انوار و تجلے مظہر ظلِ خدا
شہبازِ طریقت و خواجہ چشتی رضا کیواسطے
یاالٰہی کر عطا ہر قلب میں عرفانِ جہاں
محمد رضا المصطفےٰ پُر ضیا کے واسطے
سلیم مضطرب کے دل کو عطا ہوں وہ سختیں
خاندانِ چشت کے کل اولیا کیواسطے
بخش دے اپنی محبت قطع کر دے ماسوا
واسطے پیرانِ شجرہ چشتیاء کے واسطے
کر قبول برکت سے ان ناموں کے ہر جائز دعا
یارب اپنی رحمتِ بے انتہا کیواسطے

میرا دل رکھ دائماً ذاکر بذکر اسم ذات
اے خدا جملہ مقدس اصفیا کیواسطے

نیکیوں سے دور یا دریائے عصیاں غرق ہوں
دے رہائی اے خدا مجھ مبتلا کیواسطے

اے خدا مجھ کو تہی دستی کی کلفت سے بچا
اپنے اکمل جود اور فضل و سخا کیواسطے

میرے ہر دشمن کو مجھ پر اے خدا رحم بنا
اپنی رحمانی رحیمی اور عطا کیواسطے

یاالہٰی کارِ شیطانی سے مجھ کو دور رکھ
ہر عمل مجھ سے کرا اپنی رضا کیواسطے

قبر میں آرام مجھ کو ابتدا سے کر عطا
اے خدا حضرت محمد مصطفےٰ کیواسطے

عیون الفرمان فی علوم القرآن	قاضی مظہر دین احمد بلگرامی	18/-
بادشاہ بنو یا ولی	امام غزالیؒ	16/-
قیامت کی پیشگوئیاں	مولانا عاشق بلند شہری مظاہری	8/-
حق چار یار	الیاس احمد خان مجیبی	8/-
آداب زندگی	مولانا اشرف علی تھانویؒ	8/-
اسوۂ صحابیات	مولانا عبد السلام ندوی	6/-
فہم القرآن	مولانا سعید احمد ام اے	16/=
افغانستان جل رہا ہے	زیر طبع	خان شجاعت عمر خان
ریسلنگ چیمپئن	"	"
پاکستان قومی اتحاد کیسے ٹوٹا	"	"
بہترین شعر و شاعری	"	"
علامہ عنایت اللہ خان المشرقی کی سوانح حیات	زیر طبع	"
تابعین	حافظ جلال الدین احمد جعفری	8/-
فاطمہ کا لال	مفتی انتظام اللہ شہابی	12/-
حکایات چشتیہ	محمد رضا المصطفیٰ چشتی	[illegible]/-
تذکرہ حالی	محمد اسمٰعیل پانی پتی - خان شجاعت عمر خان	15/-
سورج کی شعاعوں سے علاج	خان شجاعت عمر خان	8/-
تذکرہ جلد اول - دوم	علامہ عنایت اللہ خان المشرقیؒ	
انسان کی تباہی (انگلش)	علامہ عنایت اللہ خان المشرقیؒ	
خدا انسان اور دنیا " "	علامہ عنایت اللہ خان المشرقیؒ	
حدیث القرآن	علامہ عنایت اللہ خان المشرقیؒ	

(علامہ عنایت اللہ خان المشرقی) کی تمام کتب کے سیٹ ہم سے طلب فرمائیں